وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے
تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری
پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

تعلیم مصطفیٰ

مسلمانوں کے باہمی تعلقات

المصطفیٰ ﷺ مرکز کی دیگر مطبوعات

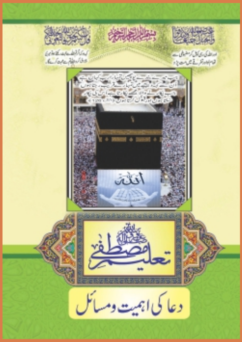

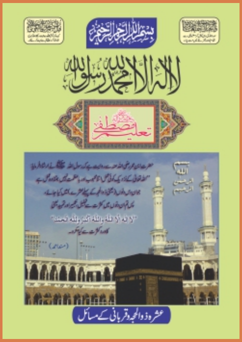

مسلمانوں کے باہمی تعلقات

باہمی تعلقات کا جو معیار اسلام نے مقرر کیا ہے اسے قائم اور برقرار رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے حقوق اور فضائل کا ایک ضابطہ بھی تجویز کر دیا ہے۔ اور یہ بیک وقت عقل اور دل کو وہ پیمانہ دیتا ہے جس پر ہر مومن اپنے تعلق کو ناپ سکتا ہے۔ درخواست ہے کہ دلی توجہ سے قرآنِ مجید کے ان ارشادات اور رسولِ کریم ﷺ کی تعلیمات کو پڑھیئے اور پھر اس کے آئینے میں جھانکیئے کہ کیا دکھائی دیتا ہے۔

(ا) **خیر خواہی:** یہ سب سے پہلی اور بنیادی چیز ہے۔ خیر خواہی کے لئے احادیث میں جو لفظ استعمال ہوا ہے وہ ''نصیحت'' ہے اور یہ لفظ اپنے دامن میں بڑے وسیع معانی سموئے ہوئے ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا ''اَلدِّیْنُ نَصِیْحَۃٌ'' دین سراسر خیر خواہی ہے (مسلم) اس لفظ کا مفہوم یہ ہے کہ تعلق میں کھوٹ نہ ہو۔ دوسرے الفاظ میں ہم اس صفت کو یوں کہہ سکتے ہیں کہ آدمی کے اوپر اپنے بھائی کی بھلائی اور بہتری ہی کی فکر غالب رہے، اسی کی بہتری کے لئے سرگرداں ہو۔ ہر پہلو سے اس کو فائدہ پہنچانے کی کوشش کرے۔ اس کا کوئی نقصان اور کوئی تکلیف گوارا نہ ہو اور دینی یا دنیاوی جس پہلو سے بھی اس کو مدد پہنچا سکتا ہو اس کی کوشش کرے۔ اس خیر خواہی کا اصل معیار یہ ہے کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی کچھ پسند کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ مومن کی اس صفت کو رسول اللہ ﷺ نے ایمان کی ایک لازمی شرط ٹھہرایا ہے اور فرمایا ہے کہ ''اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لئے پسند کرتا ہے'' (بخاری و مسلم) پھر اسی طرح ایک مسلمان کے

دوسرے مسلمان پر جو چھ اہم حقوق بتائے گئے ہیں ان میں سے خیر خواہی کو ایک حدیث پاک میں اس طرح بیان کیا گیا ہے ''کہ وہ اپنے بھائی کی خیر خواہی کرے خواہ وہ غائب ہو یا موجود۔'' آگے چل کر ہم دیکھیں گے کہ خیر خواہی کی یہ صفت اپنے دامن میں کتنے حقوق اور فضائل سمیٹ لیتی ہے جو براہِ راست اس کے لازمی تقاضے کے طور پر وجود میں آتے ہیں۔

(۲) ایثار: جب ایک مسلمان اپنے بھائی کے لئے نہ صرف یہ کہ وہی پسند کرتا ہے جو اپنی ذات کے لئے بلکہ اس کو اپنی ذات پر ترجیح دیتا ہے تو کردار کی یہ صفت ایثار ہے۔ یہ دوسری بنیادی صفت ہے۔ ایثار کے معنی ترجیح دینے کے ہیں یعنی مسلمان اپنے بھائی کی بھلائی اور بہتری کو اپنے نفس کی بھلائی اور بہتری پر ترجیح دے۔ اپنی ضرورت کو موخر کر کے دوسرے کی ضرورت پوری کرے۔ خود تکلیف اٹھائے اور دوسروں کو آرام پہنچائے۔ خود بھوکا رہے اور دوسروں کا پیٹ بھرے۔ اپنی طبیعت اور مزاج پر ناگواریاں جھیل لے مگر اپنے بھائی کے دل پر حتی الوسع کسی ناگواری کا میل نہ آنے دے۔ یہ ایثار سب سے پہلے ضروریات کے دائرہ میں ہونا چاہئے پھر آرام و آسائش کے دائرہ میں اور پھر مزاج کے دائرہ میں۔ یہ آخری چیز خاصی اہم ہے۔ تمام انسان مختلف مزاج کے حامل ہوتے ہیں اور اس طرح ان کے تقاضے بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ اگر انسان اپنے مزاج کے تقاضوں پر اڑ جائے تو معاشرہ درہم برہم ہو جائے لیکن اگر وہ دوسرے کے ذوق، پسند اور دلچسپی کو ترجیح دینا سیکھ لے تو انتہائی شیریں اور مخلصانہ تعلقات وجود میں آتے ہیں۔ رسولؐ اللہ کے ساتھیوں کی زندگی ایسے واقعات سے بھری پڑی ہے۔ ایک دفعہ ایک آدمی رسول اللہ ﷺ کے پاس بھوکا آیا۔ کاشانہ نبویؐ میں اتفاق سے اس وقت کچھ نہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''جو شخص اس کو آج

رات مہمان بنائے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے گا۔" حضرت ابوطلحہؓ اس مہمان کو اپنے گھر لے گئے۔ گھر جا کر بیوی سے معلوم ہوا کہ کھانے کو بس اتنا ہی ہے کہ مہمان کا پیٹ بھر سکے۔ بولے بچوں کو سلا دو اور چراغ بجھا دو۔ ہم دونوں رات بھوکے رہیں گے لیکن مہمان پر یہ ظاہر کریں گے کہ ہم بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ صبح کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اس حسنِ سلوک سے بہت خوش ہوا اور یہ آیت نازل فرمائی "اور اپنے نفس پر دوسروں کو مقدم رکھتے ہیں اگر چہ ان پر تنگی ہی کیوں نہ ہو"۔ (بخاری، مسلم) اس ایثار کے معنی یہ بھی ہیں کہ آدمی اپنے لئے کمتر چیز پر راضی ہو جائے اور اپنے ساتھی کو بہتر چیز دے دے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنگل میں جا رہے تھے آپؐ نے دو مسواک کاٹے۔ ایک سیدھا تھا اور ایک ٹیڑھا۔ آپؐ کے ساتھ ایک صحابی بھی تھے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سیدھا مسواک انہیں دے دیا اور خود ٹیڑھا رکھ لیا۔ صحابی نے کہا یا رسولؐ اللہ یہ بہتر ہے اور آپؐ کے لئے اچھا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کوئی شخص کسی سے ایک ساعت بھی صحبت رکھتا ہے تو اس سے قیامت کے دن سوال کیا جائے گا کہ اس نے صحبت کا خیال رکھا یا اسے ضائع کیا (کیمیائے سعادت)۔ یہ اس بات کا اشارہ ہے کہ ایثار کرنا صحبت کا حق ہے۔

(۳) **عدل:** سیرت کی دو اہم بنیادی صفات جن کو مومن اگر اختیار کر لے تو نہ صرف تعلقات کی خرابی کو کہیں سر اٹھانے کا موقع مل سکے گا بلکہ انتہائی شیریں ہو جائیں گے۔ وہ عدل و احسان ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے حکم کی حیثیت سے ارشاد کیا ہے "اللہ تعالیٰ عدل و احسان پر کار بند رہنے کا حکم دیتا ہے۔ (النحل:90)۔ عدل کا تصور دو مستقل حقیقتوں پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ لوگوں

کے درمیان حقوق میں توازن و تناسب قائم ہو دوسرے یہ کہ ہر کو اس کا حق بے لاگ طریقے سے دیا جائے۔عدل کے حکم کا تقاضا یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی اخلاقی، معاشی، قانونی، سیاسی اور تمدنی حقوق پوری ایمانداری کے ساتھ ادا کئے جائیں۔یعنی ایک مسلمان اپنے بھائی کے وہ تمام حقوق ادا کرے جو شریعت نے عائد کئے ہیں۔اپنے معاملات اس طرز پر طے کرے جس طرح شریعت چاہتی ہے۔سلوک اس نوعیت کا ہو جس نوعیت کے سلوک کا شریعت تقاضا کرتی ہے اور برتاؤ میں وہی روش اختیار کرے جس کا شریعت نے حکم دیا ہے، اس لئے کہ شریعت ہی وہی نظام ہے جس میں عدل کے تمام تقاضے با کمال حسن و خوبی سے ادا ہو سکتے ہیں۔قرآن میں ارشاد ہے کہ ''اور اتاری ہم نے کتاب اور ترازو تا کہ لوگ انصاف کو قائم رکھیں'' (الحدید:25)۔اسی طرح اس کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اگر کسی سے برائی کا بدلہ لے تو بس اتنا ہی لے جتنی برائی کی گئی ہو۔جو اس سے بڑھا اس نے عدل سے تجاوز کیا۔عدل کی مزید تشریح جو اس تصور کو بالکل مکمل کر دیتی ہے اس حدیث میں ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان نو باتوں کا ذکر کیا ہے جس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا ہے، ان میں سے ایک یہ ہے کہ ''غضب کی حالت میں ہو یا ناراضگی کی، ہر صورت عدل کے کلمے پر قائم رہو۔'' (روایت زرین عن ابو ہریرہؓ)۔اس میں اصل چیز یہ ہے کہ مسلمان کے کردار میں اتنی طاقت ہو کہ خواہ اس کے دل میں اپنے بھائی کی طرف سے غبار اور میل ہو لیکن پھر بھی وہ اپنے معاملات، برتاؤ اور رویہ کو شریعت کے تقاضوں سے نہ ہٹنے دے۔

(۴) **احسان:** عدل کے بعد اگلی چیز احسان ہے جو عدل سے زائد ایک چیز ہے۔اس کی اہمیت باہمی تعلقات میں عدل سے بھی زیادہ ہے۔عدل اگر تعلقات کی ناگواریوں اور تلخیوں سے بچاتا ہے تو احسان اس میں شرینیاں اور

خوش گواریاں پیدا کرتا ہے۔کوئی تعلق صرف اس بنیاد پر قائم نہیں رہ سکتا کہ ہر فریق ناپ تول کر دیکھتا رہے اور اپنے واجب حق کی وصولی میں کسی طرح کی کمی اور دوسرے کے واجب حق کی ادائیگی میں کسی طرح کا اضافہ گوارا نہ کرے۔ایسے کھرے تعلق میں کشمکش تو ہو گی مگر محبت،شکر گزاری، عالی ظرفی، ایثار، اخلاق اور خیر خواہی کی نعمتوں سے محروم رہے گا جو دراصل زندگی میں لطف اور حلاوت پیدا کرنے والی ہیں۔ یہ نعمتیں احسان سے حاصل ہوں گی جس سے مراد نیک برتاؤ،فیاضانہ معاملہ،ہمدردانہ رویہ،رواداری،خوش خلقی، درگزر، باہمی مراعات، ایک دوسرے کا پاس ولحاظ، دوسرے کو اس کے حق سے کچھ زائد دینا اور خود اپنے حق سے کچھ کم پر راضی ہو جانا ہے۔اس احسان کا تصور بھی اس نو باتوں والی حدیث کی تین باتیں مکمل طور پر واضح کرتی ہیں کہ ”جو مجھ سے کٹے میں اس سے جڑوں اور جو مجھ کو (حق سے) محروم کرے میں اس کو (اس کا حق) دوں اور جو میرے اوپر ظلم کرے میں اس کو معاف کر دوں۔“یعنی کردار کی یہ صفت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ نہ صرف آدمی اپنے بھائی کو بھلائی کا بدلہ اس سے زائد بھلائی سے دے بلکہ اگر وہ برائی کرے تو اس کا جواب بھی بھلائی سے دے۔قرآن میں آتا ہے کہ ”اور برائی کو بھلائی کے ذریعے دفع کرتے ہیں۔“ (الرعد:22)۔

(۵) **رحمت:** ان چار صفات کے بعد پانچویں چیز وہ ہے جس کے لئے قرآن میں خود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے باہمی تعلق کی تصویر کھینچنے کے لئے لفظ ”رحمت“ کو استعمال کیا ہے اور یہ چیز اس کے معانی کی وسعت کی طرف اشارہ کرتی ہے، فرمایا ”محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اور جو لوگ ان کے ساتھی ہیں کفار پر سخت اور باہم سراپا رحمت ہیں“ (الفتح:۲۹)۔اس صفت کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے

ہم اس کو دل کی نرمی اور گداز سے تعبیر کر سکتے ہیں جس کے نتیجے میں آدمی کا رویہ اپنے بھائی کے لئے انتہائی گرمجوشی، سوز، شفقت اور الفت کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اس کے بھائی کو اس سے ذرہ برابر بھی کوئی ایذا، تکلیف یا ٹھیس پہنچنے کا تصور بھی اس کے لئے مشکل ہوتا ہے۔ یہ رحمت ہی کی صفت ہے جو آدمی کو ہر دلعزیز بناتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے جس کا قرآن میں ذکر یوں ہے کہ ”بے شک تمہارے پاس خود تم میں سے رسول آیا۔ تم کو کوئی تکلیف پہنچے تو ان کو گراں ہوتی ہے، تمہاری بھلائی پر وہ حریص ہے اور مومنین کے لئے سراپا رافت رحمت“ (التوبہ:۲۸)۔ اور سورہ آلِ عمران میں بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل نرم نہ ہوتا تو لوگ کبھی آپؐ کے گرد جمع نہ ہوتے اور یہ دل کی نرمی اللہ کی رحمت ہے۔ ”اللہ کی رحمت سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے لئے نرم دل واقع ہوئے ہیں، اگر کہیں بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے“ (الِ عمران:۱۵۹)۔ ایمان کا نتیجہ الفت ہے اور الفت سخت دلی کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتی لہٰذا ایک مومن جو سراپا الفت ہوتا ہے سراپا نرمی بھی ہوتا ہے ورنہ اس ایمان میں بھلائی نہیں۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر یوں روشنی ڈالی ہے ”مومن محبت والفت کا پتلا ہوتا ہے اور جو نہ محبت کرتا ہے اور نہ اس سے محبت کی جاتی ہے اس میں کوئی بھلائی نہیں“۔ (مسند احمد، بیہقی) اور اس پر مزید فرمایا کہ ”جو نرمی سے محروم کیا گیا وہ بھلائی سے محروم کر دیا گیا“ (مسلم)۔ اگر کوئی بندوں پر رحم نہیں کرتا تو وہ اللہ کی رحمت سے محروم ہو جاتا ہے اور رحمت سے محرومی بدبختی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ ”رحمت کسی سے چھینی نہیں جاتی مگر اس سے جو بدبخت ہو“ (ترمذی)۔ اور جو زمین پر اللہ کے بندوں پر رحم کرتا ہے، اس کے لئے اللہ کی رحمت واجب ہو جاتی ہے چنانچہ فرمایا ”جو رحم کرنے والے ہیں، رحمٰن ان پر

رحمت کرتا ہے۔تم زمین والوں پر رحم کرو تا کہ آسمان والا تم پر رحم کرے‘‘ (ترمذی)۔اس نرمی اور رحمت کے جو دو مختلف پہلو چھوٹوں اور بڑوں کے ساتھ ظہور پذیر ہوتے ہیں یعنی شفقت و عزت، اس کا ذکر اس طرح فرمایا ہے کہ’’جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں‘‘ (ابی داؤد، ترمذی)۔ یہ رحمت دراصل سیرت کی وہ صفت ہے جو تعلقات میں ایک نئی روح ڈال دیتی ہے اور اس کے حسن و جمال کو مکمل کرتی ہے۔ایک مرتبہ جو شخص اس رحمت سے لطف اندوز ہو جاتا ہے پھر اس کا دل اس تعلق کو توڑنے کے لئے مشکل سے راضی ہوتا ہے جس کے ذریعے اس کو یہ نعمت ملی ہے۔

(٦) **عفو:** عفو کا مطلب معاف کر دینا ہے۔اس مفہوم میں بہت ساری چیزیں شامل ہیں جو الگ الگ بھی شمار ہوتی ہیں۔چونکہ ان کا اس صفت سے گہرا تعلق ہے اس لئے ہم نے انہیں اس کے تحت شامل کر دیا ہے مثلاً غصہ ضبط کرنا، صبر و تحمل اور بردباری وغیرہ۔جب دو آدمیوں کا تعلق قائم ہو گا تو فطری بات ہے کہ ہر ایک سے بہت ساری ایسی چیزیں سرزد ہوں گی جو دوسرے کے لئے ناگواری، تلخی، تکلیف اور اذیت کا باعث ہوں گی جن پر غصہ اسے آئے گا اور جن پر اسے قانوناً بدلہ لینے کا حق بھی ہو گا جب کہ پیار و محبت کا تعلق اپنے استحکام کے لئے اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ ایسے تمام موقعوں پر محبت غالب آئے اور ایک بھائی میں اتنی وسعت القلبی ہو کہ وہ اپنے غصہ کو پی جائے اور قدرت رکھنے کے باوجود انتقام نہ لے اور اس طرح عفو کی روش پر کاربند ہو۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ خاص شیوہ تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے آپ ؐ کو بے شمار جگہ نصیحت فرمائی ہے کہ عفو کی عادت اپنائیں۔مسلمانوں کی تقویٰ کی صفات بتاتے ہوئے

فرمایا کہ ''جو غصے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور معاف کر دیتے ہیں'' (آلِ عمران: ۱۳۴)۔ جب آدمی کو کوئی تکلیف پہنچے یا کوئی نقصان ہو تو سب سے پہلے غصہ اس کے دل و دماغ پر قابو پانے کی کاشش شروع کر دیتا ہے اور اگر غصہ دل و دماغ پر قابو پالے تو عفو تو درکنار آدمی ایسی ایسی حرکتیں کر بیٹھتا ہے کہ آئندہ خوشگوار تعلقات کی امید بالکل ختم ہو جاتی ہے، اس لئے آدمی کو سب سے پہلے غصہ پی جانے کی فکر کرنی چاہئے تب ہی وہ ٹھنڈے دل سے معاملہ پر غور کر سکے گا پھر اگر عفو یعنی معاف کرنے کی پالیسی اختیار نہ بھی کرے تو کم از کم عدل سے تجاوز نہ کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف ارشادات میں اس کے خطرات سے آگاہ کرتے ہوئے اس کو دبانے کی ترغیب دی ہے فرمایا ''بے شک غصہ ایمان کو اس طرح خراب کر ڈالتا ہے جیسے ایلوہ شہد کو'' (بیہقی)۔ ''بندہ کوئی گھونٹ نہیں پیتا جو اللہ کے نزدیک اس غصہ کے گھونٹ سے زیادہ بہتر ہو'' (مشکوٰۃ)۔ اسی طرح آپ ؐ نے صبر کی تعلیم دی اور یہ بتایا کہ سب سے بہتر رویہ یہ ہے کہ آدمی ایذاؤں پر صبر کرے اور مل جل کر رہے بجائے اس کے کہ قطع تعلق کرے۔ آپ ؐ نے فرمایا کہ ''وہ مسلمان جو لوگوں میں ملا جلا رہے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے اس سے بہتر ہے جو ملنا جلنا چھوڑ دے اور ایذاؤں پر صبر نہ کرے'' (ابن ماجہ)۔ ایک دفعہ حضرت ابوبکر ؓ صدیق کو نصیحت کرتے ہوئے اور باتوں کے علاوہ یہ بھی کہا کہ ''جس بندے پر ظلم کیا جائے اور وہ صرف خدا کی رضا کے لئے خاموش رہے تو اللہ اس کی زبردست مدد کرتا ہے'' (بیہقی)۔ صبر سے اگلا مقام یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو خوشدلی کے ساتھ معاف کر دے باوجود اس کے کہ وہ انتقام اور بدلہ لینے کی طاقت رکھتا ہو۔ حدیث میں آیا ہے کہ حضرتِ موسیٰ ؑ نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا ''تیرے نزدیک تیرے بندوں میں سے زیادہ کون عزیز

ہے‘‘۔اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا’’وہ شخص جو انتقام کی قدرت رکھنے کے باوجود معاف کر دے‘‘ (بیہقی)۔اور اسی طرح آپؐ نے فرمایا کہ جو آدمی اپنے بھائی کا عذر قبول نہ کرے اسکو یہ وعید سنائی کہ’’جس نے اپنے بھائی سے اپنے قصور کا عذر کیا اور اس نے اس کو معذور نہ سمجھا اور اس کا عذر قبول نہ کیا تو اس پر اتنا بڑا گناہ ہوا جتنا (ایک ناجائز) محصول وصول کرنے پر‘‘ (بیہقی،مشکوٰۃ)۔آخرت میں بھی ایسے شخص کے لئے بہترین اجر ہے چنانچہ آپؐ نے فرمایا’’جس نے غصہ ضبط کر لیا اس حال میں کہ وہ اسے پورا کرنے کی قدرت رکھتا تھا، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اسے تمام مخلوق کے سامنے بلائے گا اور جس حور کو چاہے اسے انتخاب کرنے کا اختیار دے گا‘‘ (ترمذی،داؤد)۔جو دنیا میں معاف کریں گے اللہ تعالیٰ ان کی خطائیں معاف کرے گا۔’’چاہئے کہ وہ درگذر سے کام لیں کیا تم اسے پسند نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے،اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے‘‘ (نور:۲۲)۔برائی کے برابر برائی کا بدلہ لینے کا حق ہے لیکن جو معاف کر دے اس کا اجر خاص اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے،فرمایا’’برائی کا بدلہ اتنی ہی برائی ہے۔پس جس نے معاف کیا اور مصالحت کی اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے۔وہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا‘‘ (شوریٰ:۴۰)۔عفو کی یہ صفت پیدا کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے بلکہ بڑے عزم کا کام ہے۔’’اور جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ بڑی ہمت کا کام ہے‘‘ (شوریٰ:۴۳)۔لیکن یہی وہ چیز ہے جو تعلقات میں بلندی اور پاکیزگی پیدا کرتی ہے اور اسی لئے یہ ایک انتہائی اہم صفت ہے۔یہاں اس موقع پر مزید صفات کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ایک باہمی اعتماد اور دوسری قدر و قیمت کا احساس۔

(۷)**اعتماد:** اعتماد کے پورے پورے مفہوم اور اس کے مکمل تصور کا جو لفظ

احاطہ کرتا ہے وہ ''ولی'' کا لفظ ہے۔ دراصل ولی کہتے ہی اس کو ہیں جو کاملاً قابلِ اعتماد ہو۔ جس کو آدمی اپنے تمام راز اور تمام معاملات پورے اعتماد سے سپرد کر دے۔ اخوت کے اس تعلق کا تقاضا ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ساتھیوں پر اعتماد کرے اور ان کو اپنی زندگی کے معاملات میں برابر کا شریک بنائے۔ سورہ انفال کے آخر میں اسلامی انقلاب کی تکمیل کے لئے مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو ایک لازمی شرط کے طور پر رکھا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ جو لوگ اس دین پر ایمان لائیں اس کی خاطر ہر چیز ترک کر دیں اور اس جدوجہد میں سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔ ان کا رشتہ ایک دوسرے کے ساتھ لازماً دوستی اور محبت کا رشتہ ہے اور اس رشتے کے لئے یہاں ولایت کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے، فرمایا ''جن لوگوں نے ایمان قبول کیا اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جانیں لڑائیں اور اپنے مال کھپائے اور جن لوگوں نے ہجرت کرنے والوں کو جگہ دی اور ان کی مدد کی، وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں'' (انفال: ۷۲)

(۸) **قدر و قیمت:** یہ آخری چیز ہے اور اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ آدمی اپنے اس تعلق کی اہمیت اور حیثیت سے اتنا واقف ہو کہ اس کی صحیح قدر و قیمت محسوس کر سکے، تب ہی یہ ممکن ہوگا کہ آدمی کسی قیمت پر بھی اس تعلق کا ٹوٹنا گوارا نہ کر سکے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو تفصیلی ہدایات دی ہیں جن میں کچھ چیزیں نفی کی حیثیت رکھتی ہیں جو تعلقات خراب ہونے سے بچاتی ہیں یعنی منہیات اور کچھ مثبت چیزیں جو اس کو استحکام اور محبت بخشتی ہیں یعنی موجبات۔ پہلے ہم منہیات کا ذکر کریں گے اور بعد میں موجبات کا۔ منہیات یہ ہیں۔

(۱) **حقوق میں دست درازی:** منہیات میں سب سے اہم اور پہلی چیز جس سے روکا گیا ہے وہ حقوق میں دست درازی ہے۔ ہر انسان اس کائنات میں کچھ

حقوق کا مالک ہوتا ہے۔ یہ حقوق کائنات کی ان چیزوں میں بھی ہوتے ہیں جن کو انسان اپنے استعمال میں لاتا ہے اور انسانوں پر بھی جن سے وہ تعلق قائم کرتا ہے۔ ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ اس بات کی سختی کے ساتھ نگہداشت کرے کہ اس کے بھائی کے ان دو قسم کے حقوق میں سے کسی حق کو غصب کرنے کا جرم اس سے سرزد نہ ہو۔ مال یا زمین یا مادی فوائد میں جو حق اس کے بھائی کا ہو وہ خود نہ حاصل کرلے اور اس کی جان و مال، عزت و آبرو اور دین کی طرف سے جو حقوق اس پر عائد ہوتے ہیں ان میں سے کوئی حق ادا ہونے سے نہ رہ جائے۔ یہی وہ حقوق مثلاً وراثت، نکاح، طلاق اور دوسرے معاملات وغیرہ ہیں جن کے بارے میں قرآن نے بے حد تفصیل سے بتایا ہے اور ایک ایک معاملے میں اللہ تعالیٰ نے بڑے سخت الفاظ میں اپنی حدود عائد کرکے ان حقوق میں دست درازی سے روکا ہے اور خوفِ خدا کی نصیحت کی ہے، فرمایا ''یہ اللہ کی حدود ہیں پس ان سے تجاوز نہ کرو۔ اور جو کوئی اللہ کی حدود سے تجاوز کرے وہی ظالم ہے'' (البقرہ) ''اور جو اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کرے اور اس کی حدود کو توڑے تو اللہ اس کو آگ میں داخل کرے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت دینے والا عذاب ہے'' (النساء: ۱۴)۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے یہ بات اس طرح فرمائی کہ ''بے شک اللہ نے آگ واجب قرار دی اور جنت حرام کردی اس پر جس نے قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارا (صحابہؓ میں سے کسی نے پوچھا) اگرچہ وہ کوئی معمولی سی چیز ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اگرچہ وہ پیلو کی ایک ناکارہ اور معمولی سی شاخ ہی کیوں نہ ہو'' (مسلم)۔ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بڑے موثر انداز میں اس بات کو واضح کرتے ہوئے صحابہؓ سے پوچھا ''جانتے ہو کہ مفلس کون ہے؟ صحابہ کرامؓ نے عام معنوں کے لحاظ سے کہا کہ مفلس وہ ہے جو مال و متاع سے خالی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''میری امت میں اصل مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن

نماز، روزہ، زکوٰۃ جیسے اعمال کا ذخیرہ لائے اور ساتھ ہی یہ اعمال بھی لائے کہ کسی کو گالی دی، کسی پر تہمت لگائی، کسی کا مال کھایا، کسی کا خون بہایا اور کسی کو مارا۔ پھر ایک مظلوم کو اس کی نیکیاں دے دی جائیں گی اور فیصلہ چکانے سے پہلے اگر اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو پھر حقداروں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی اور پھر اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا'' (بخاری، مسلم، ترمذی)۔ دنیا میں تعلقات کو خرابی سے بچانے اور آخرت میں اس عذاب سے بچنے کے لئے حقوق کا پورا تحفظ بہت ضروری ہے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خاص طور پر نصیحت کی کہ موت سے پہلے اپنے مسلمان بھائیوں سے غلطیاں معاف کرا لو۔ حقوق کے تحفظ کے سلسلے میں بنیادی چیز یہ ہے کہ ایک مسلمان کے بھائی کا جسم اور آبرو اس کے ہاتھ اور زبان سے محفوظ رہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس چیز کو ایک مسلمان کی لازمی صفت میں شمار کیا ہے اور فرمایا ''مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان محفوظ رہیں'' (بخاری، مسلم)۔

(۲) جسم و جان کا تحفظ: ہر انسان کے لئے سب سے عزیز اور قیمتی اس کے جسم و جان ہوتے ہیں اور وہ کسی ایسے شخص کو کبھی اپنا بھائی نہیں سمجھ سکتا جو اس کے معاملہ میں کوئی زیادتی کرے۔ لہٰذا خونِ ناحق سے سخت ترین انداز میں روکا گیا ہے۔ ''اور جو کوئی قتل کرے مومن کو قصداً پس اس کے لئے جہنم ہے۔ ہمیشہ اس میں رہے گا اور غضب ہوا اس پر اور لعنت کی اس پر اللہ نے، اور تیار کیا اس کے لئے عذاب بہت بڑا'' (النساء: ۹۳)۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں پر ایک دوسرے کی جان و مال اور آبرو کو حرام قرار دیا اور پھر فرمایا ''دیکھو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔ اسی طرح آپؐ نے ایک مرتبہ فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق اور اس سے لڑنا کفر ہے'' (متفق علیہ)۔ ہاتھ سے زیادہ زبان کا

معاملہ تعلقات میں بڑا نازک ہوتا ہے۔ یہ ہزار راستوں سے فتنے پیدا کرتی ہے اور ہر فتنہ ایسا پیچیدہ کہ کہ اس کی تلافی بھی بڑی مشکل سے ہوتی ہے۔ چنانچہ اللہ نے اور اس کے رسولؐ نے ایک طرف تو زبان کے متعلق بڑی تفصیل سے تنبیہ فرمائی اور دوسری طرف تعلقات کے دائرہ میں ایک ایک چیز جو خرابی کا باعث بنتی ہے اس کی نشاندہی کر دی اور اس سے روک تھام کی تدابیر بتائیں۔ قرآن نے مسلمانوں کو بتایا ''کوئی بات نہیں نکلتی مگر اس کے پاس ایک نگران حاضر ہوتا ہے'' (ق:۱۸)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرتِ معاذؓ کو مختلف نصیحتیں کرتے ہوئے آخر میں اپنی زبان کو پکڑ کر فرمایا ''تیرے اوپر لازم ہے کہ اس کو روکے'' انہوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم جو کچھ بولتے ہیں اس کے بارے میں بھی مواخذہ ہوگا تو آپؐ نے فرمایا ''تیری ماں تجھ کو روئے اے معاذ! زبان کی کترنوں کے علاوہ اور کیا چیز ہوگی جس کی بنا پر لوگ منہ کے بل یا نتھنوں کے بل آگ میں گریں گے'' (ترمذی)۔

(۳) **غیبت:** ایک دوسرا فتنہ غیبت ہے اور یہ پہلے سے بھی بڑھ کر ہے کیوں کہ اس میں انسان اپنے بھائی کے سامنے نہیں بلکہ اس کی پیٹھ پیچھے برا کہتا ہے جب کہ وہ اپنے دفاع پر قادر نہیں ہوتا۔ قرآن نے غیبت کرنے والے کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے سے تشبیہ دی ہے۔ ''اور نہ کوئی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے۔ اس سے تم ضرور نفرت کرو گے'' (الحجرات:۱۲)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غیبت کی تعریف کرتے ہوئے ایک دفعہ صحابہ کرامؓ سے سوال کیا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہی۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ''اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں''۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''غیبت یہ ہے کہ تم اپنے بھائی کا ذکر اس طرح کرو جو اسے ناپسند ہو۔ کہا گیا اگر وہ برائی میرے بھائی میں موجود ہو جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، تو نے اگر ایسی برائی کی جو اس

میں موجود ہے تو غیبت کی اور اگر اس میں موجود نہیں تو اس پر بہتان لگایا'' (مشکوٰۃ)۔ مسلمان بھائی کی عزت اس کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کا بھائی اس کی پیٹھ پیچھے اس کو برے الفاظ سے یاد نہ کرے۔لیکن اگر دو یا دو سے زیادہ افراد کے درمیان کوئی معاملہ ہو جیسے کسی رشتے یا کسی کاروبار کا معاملہ، تو ضرورت کے وقت اصل حقیقت سے آگاہ یا مطلع کرنا غیبت کے زمرے میں نہیں آتا۔

(۴) **چغل خوری:** غیبت ہی کی ایک خاص شکل چغل خوری ہے۔قرآن اس کی برائی کو یوں بیان کرتا ہے ''لوگوں پر آوازیں کسنے والا اور چغلیاں کھانے والا'' (القلم:۱۱)۔حضرت حذیفہؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ چغل خور جنت میں نہ جائیں گے (بخاری، مسلم)۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو خاص طور پر یہ نصیحت کی ''کوئی شخص کسی کے بارے میں کوئی بری بات مجھے نہ پہنچائے۔اس لئے کہ میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب میں تمہارے پاس آؤں تو ہر طرف سے میرا سینہ صاف ہو'' (ابوداؤد، مشکوٰۃ)۔غیبت اور چغل خوری میں زبان کے علاوہ ہاتھ اور آنکھ کے ذریعے برائی کرنا بھی آتا ہے۔

(۵) **عار دلانا:** یہ برائی کی ایک بڑی قبیح فساد پیدا کرنے والی اور دلوں میں افتراق اور نفرت پیدا کرنے والی چیز ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کو ان کے منہ پر یا دوسروں کے سامنے ان کے گناہوں پر عار دلا کر شرمندہ کرے اور اس طرح اس کو رسوا کرے۔اس حرکت سے دل پھٹ جاتے ہیں اس لئے کہ اس طرح کی رسوائی کوئی بھی شخص گوارا نہیں کر سکتا۔قرآن نے کہا ہے ''اپنے بھائیوں پر عیب نہ لگاؤ'' (الحجرات)۔اسی طرح ایک روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کے کئی حقوق شمار کرائے ہیں اور یہ بھی فرمایا ''انہیں کسی عیب معصیت کا ہدف بنا کر شرمندہ اور ذلیل نہ کرو'' (ترمذی، مشکوٰۃ)۔

(۶) **تجسس:** عیب لگا کر شرمندہ کرنے سے پہلے ایک اور برائی آتی ہے اور وہ یہ کہ

آدمی اپنے بھائی کی ٹوہ لگاتا پھرے اور پھر جس کے علم میں اپنے بھائی کی برائیاں آتی ہیں اس کے دل میں گرہ پڑ جاتی ہے اور چونکہ تجسس کا کوئی معیاری ذریعہ، تحقیق کی اجازت نہیں دیتا اس لئے اکثر اس کا امکان رہتا ہے کہ تحقیق کے ادھورے ذریعوں پر اعتماد کر کے اپنے بھائی کے بارے میں بری رائے قائم کرے اور اس طرح بدظنی جیسے جرم کا مرتکب ہو۔ اسی لئے قرآن نے بدظنی کے ذکر کے بعد فوراً مسلمانوں سے فرمایا ''اور عیب کی ٹوہ نہ لگاؤ'' (الحجرات:١٢)۔ اور رسول ﷺ اللہ نے بھی اس کی ہدایت کی کہ ''مسلمانوں کی عیب جوئی کے در پے نہ رہو۔ اس لئے کہ جو اپنے کسی مسلم بھائی کے پوشیدہ عیب و معصیت کے پیچھے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پوشیدہ عیب و معصیت کو طشت از بام کرنے پر تل جاتا ہے۔ اور جس کے عیب افشاں کرنے پر اللہ تل جائے تو وہ اس کو رسوا کر کے ہی چھوڑتا ہے اگرچہ وہ اپنے گھر کے اندر گھس کر ہی کیوں نہ بیٹھ رہے'' (ترمذی، مشکوٰۃ)۔

(۷) **تمسخر:** زبان کی برائیوں میں سے ایک بڑی برائی جو ایک بھائی کو دوسرے بھائی سے جدا کرتی ہے وہ تمسخر ہے۔ یعنی مذاق اڑانا، اور اس کا ایسا مذاق اڑانا جس میں تحقیر شامل ہو۔ بلکہ یہ حقیقت ہے کہ اکثر و بیشتر تمسخر نتیجہ ہوتا ہے دوسرے کو حقیر سمجھنے کا اور اپنے آپ کو برتر سمجھنے کا۔ قرآنِ حکیم نے اس پر یوں تنبیہ کی ہے ''اے ایمان والو! نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم کسی قوم سے شائد کہ وہ بہتر ہو ان سے، اور نہ عورتیں کسی عورت سے شائد کہ وہ بہتر ہوں ان سے'' (الحجرات:١١)۔ جو شخص اپنے کسی بھائی کا تمسخر کرتا ہے، آخرت میں اس کے انجام کی بڑی عبرت ناک تصویر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کھینچی ہے۔ ''لوگوں کا مذاق اڑانے والے ہر فرد کے لئے قیامت کے دن جنت کا ایک دروازہ کھولا جائے گا اور اسے کہا جائے گا ''تشریف لائیے'' وہ غم کے ساتھ آگے آئے گا اور جیسے ہی دروازے تک پہنچے گا اس پر دروازہ بند

کر دیا جائے گا۔ پھر اس پر دوسرا دروازہ کھولا جائے گا کہ "آیئے آیئے" تو وہ اپنے مصائب اور الم کے ساتھ آئے گا اور جونہی وہ قریب پہنچے گا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا یہاں تک کہ جب کسی کے لئے جنت کا دروازہ کھولا جائے گا اور کہا جائے گا کہ "آؤ آؤ" تو وہ مایوسی کے سبب وہاں سے آنے اور داخل ہونے کی ہمت نہ کرے گا (بیہقی)۔ تمسخر کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ دوسرے انسان کی عیوب کی نقل اتاری جائے۔ ایک دفعہ حضرتِ عائشہؓ نے کسی کی نقل اتاری تو آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اور فرمایا "میں کسی کی نقل اتارنا پسند نہیں کرتا اگرچہ مجھے یہ اور یہ دے دیا جائے (یعنی کوئی بھی دنیا کی نعمت)" (ترمذی، مشکوٰۃ)۔

(۸) **حقیر سمجھنا:** جو چیز دل میں ہوتی ہے اور ظاہر سطح پر گالی دینے، عار دلانے، چغل خوری کرنے، غیبت کرنے اور تمسخر اڑانے کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے، وہ یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کو حقیر سمجھتا ہو۔ اس کیفیت کے بعد ہی آدمی کی اپنے بھائی کے حق میں اس قسم کی حرکات کرنے کی جرات ہوتی ہے، ورنہ جس آدمی کو انسان اپنے سے بہتر سمجھتا ہو وہ اس قسم کی حرکات نہیں کر سکتا۔ اسی لئے قرآن نے تمسخر سے روکتے وقت اس کی طرف اشارہ کیا ہے کہ انسان اگر سوچ لے کہ اس کا بھائی اس سے بہتر ہو سکتا ہے تو وہ کبھی اس کا مذاق نہ اڑائے (حجرات:۱۱)۔ ایمان اور تقویٰ کے ساتھ ایک مومن و مسلم بھائی کے لئے حقارت یا اس کو کمتر و ذلیل سمجھنا کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اس لئے کہ ہر آدمی کے عز و شرف کا معیار تقویٰ ہوتا ہے، جس کا اصل فیصلہ بہر حال آخرت میں اللہ کے روبرو ہو گا۔ چنانچہ دنیا میں مسلمان بھائی کو کمتر سمجھنے کے معنی تو یہ ہیں کہ یہ شخص اسلام کی اصل قدروں کو ہی نہیں سمجھتا ہے۔ رسول اکرمؐ نے ایک بڑی معنی خیز حدیث میں یہ بتاتے ہوئے کہ تقویٰ دراصل قلب میں ہوتا ہے اور انسان کی ہلاکت کے بارے میں بتایا کہ "ایک آدمی کے شریر ہونے کی یہی دلیل کافی ہے کہ وہ

اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے‘‘ (مسلم،مشکوٰۃ)۔ایک دوسری حدیث میں بھی آپ ﷺ نے یوں نصیحت فرمائی ’’کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی نہ تذلیل کرے اور نہ تحقیر‘‘ (مسلم)۔ایک دفعہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کے دل میں ذرہ برابر بھی تکبر ہوگا وہ جنت میں نہ جائے گا اور پھر ایک شخص کے سوال کے جواب میں تکبر کی یوں تشریح فرمائی ’’تکبر سے حق رد کرنا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا‘‘ (مسلم،مشکوٰۃ)۔حضرت ابو ہریرہؓ ایک حدیث میں تین نجات دینے والی اور تین ہلاک کر دینے والی چیزیں بتاتے ہوئے کہتے ہیں ’’ایک ہلاک کر دینے والی چیز اپنے آپ کو بزرگ و برتر سمجھنا ہے،اور یہ بدترین عادت ہے‘‘ (بیہقی،مشکوٰۃ)۔

(۹) **بدظنی:** بدظنی کی بیماری ایسی بیماری ہے جو باہمی تعلقات کو گھن لگا دیتی ہے اور دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ظن عام زبان میں ایسے خیال کے لئے بولا جاتا ہے جو بغیر کسی واضح شہادت یا دلائل کے محض قیاس پر قائم کیا جائے جبکہ اس کی پشت پر علم نہ ہو۔اگر یہ خیال برا ہو تو یہ بدظنی ہے۔جب مسلمان اپنے بھائی کے بارے میں بغیر کسی علم کے بدگمانی شروع کر دے تو محبت وہاں سے رخصت ہونے لگتی ہے۔چنانچہ قرآنِ مجید نے اس طرح ہدایت دی ہے ’’اے ایمان والو! بدگمانی سے بچو۔کیونکہ بعض گمان گناہ ہیں‘‘ (الحجرات:۱۲)۔اور آنحضرت ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو یوں نصیحت فرمائی کہ ’’تم ظن سے احتراز کرو اس لئے کہ ظن بدترین جھوٹی بات ہے‘‘ (بخاری،مسلم)۔ظن سے بچنے کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ آدمی اپنے بھائی کی نیت کے بارے میں کبھی کوئی بری بات نہ کہے اور نہ سوچے۔اس لئے کہ نیت ایک ایسی چیز ہے کہ جس کے بارے میں کبھی کسی کو واضح علم نہیں ہو سکتا،یہ ہمیشہ قیاس ہوگا۔اگر اس بارے میں دو باتیں مدِنظر رکھی جائیں تو اس بیماری کا بڑی آسانی سے مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔پہلی بات یہ ہے کہ جہاں ایک طرف ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کی

طرف سے بدگمانی نہ کرے وہاں یہ بھی ہے کہ کسی دوسرے کو اپنی طرف سے کسی بدگمانی کا موقع نہ دے۔حتی الوسع ایسی بات سے گریز کرے جو بدگمانی کا موقع فراہم کر کے دیتی ہے۔لہٰذا دوسرے کو فتنے میں نہ ڈالنا چاہئے۔ اس کی مثال خود نبی کریم ﷺ نے فراہم کی ہے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ اعتکاف میں بیٹھے تھے۔رات کو ازواجِ مطہرات میں سے کوئی آپ ﷺ سے ملنے آئیں۔آپؐ ان کو واپس پہنچانے چلے تو اتفاقاً راستے میں دو انصاری مل گئے۔وہ آپ ﷺ کو عورت کے ساتھ دیکھ کر اپنی آمد کو بے موقع سمجھ کر واپس چلنے لگے تو آپ ﷺ نے آواز دی اور فرمایا ''یہ میری فلاں بیوی ہے''۔انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اگر کسی کے ساتھ بدگمانی کرنی ہوتی تو آپ ﷺ کے ساتھ کرتے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے'' (بخاری)۔اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر باوجود کوشش کے بدگمانی پیدا ہو تو پھر اس کو کبھی دل میں نہ رکھے۔ کیونکہ بدگمانی دل میں رکھنا غدر وخیانت کا باعث ہے بلکہ اس کو فوراً اپنے بھائی پر جا کر ظاہر کر دے تا کہ وہ اس کو دور کر سکے اور جس پر بدگمانی کا اظہار کیا جائے اس پر فرض ہے کہ وہ فوراً اس کی صفائی کر دے تا کہ دل صاف ہو جائے۔ چپ نہ سادھ لے ورنہ اس گناہ کا بوجھ اس کی طرف منتقل ہو سکتا ہے۔

(۱۱) **بہتان:** ایک مسلمان اپنے بھائی کو جان بوجھ کر مجرم ٹھہرائے یا اس کی طرف نا کردہ جرم منسوب کرے تو یہ بہتان ہے۔اور یہ ایک صاف قسم کا جھوٹ اور خیانت ہے۔ بہتان کی ایک اور بدترین شکل یہ ہے کہ آدمی اپنا گناہ کسی دوسرے پر ڈال دے۔اس کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے''جو کوئی خطا کر کے اس کی تہمت کسی بے گناہ پر دھرے اس نے نقصان اور کھلا گناہ اپنے سر باندھا'' (النساء:۱۱۲)۔اسی لئے مسلمانوں کو بن کئے جھوٹا الزام رکھنے پر یہ کہا گیا ہے''اور جو کوئی مسلمان مردوں

اور مسلمان عورتوں کو بن کئے تہمت لگا کر تکلیف پہنچاتے ہیں انہوں نے بہتان اور کھلا گناہ اپنے سر لا دا'' (احزاب: ۵۸)۔

(۱۱) **ضرر رسانی:** ضرر یا نقصان کا لفظ بھی بڑا وسیع ہے۔ دراصل یہ ضرر جسمانی بھی ہوسکتا ہے اور قلبی بھی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انتہائی سخت الفاظ میں فرمایا ہے ''ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے یا کسی کے ساتھ مکر کرے'' (ترمذی)۔ اسی طرح آپؐ نے فرمایا ''جو کسی مسلمان کو ضرر پہنچائے گا اللہ اسے ضرور ضرر پہنچائے گا اور جو کسی مسلمان کو تکلیف میں مبتلا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو تکلیف میں مبتلا کرے گا'' (ترمذی)۔

(۱۲) **دل آزاری:** اصولی بات تو یہ ہے کہ ہر مسلمان کی کوشش یہ ہونی چاہئے کہ اس سے ایسی کوئی بات سرزد نہ ہو جو اس کے بھائی کے دل کو ایذا پہنچائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ جب تین آدمی ہوں تو دو آپس میں سرگوشی نہ کریں، یہاں تک کہ بہت سے آدمی مل جائیں تب ایسا کر سکتے ہیں اور اس حکم کی جو وجہ بیان ہوئی وہ یہ ہے کہ ''اس خوف سے کہ وہ کہیں غمگین نہ ہو'' (مسلم، مشکوٰۃ)۔ مسلمانوں کو ایذا دینا دینی نقطہ نظر سے اتنا برا فعل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس کسی نے مسلمان کو ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی'' (طبرانی)۔ اور اس کے برعکس اگر کوئی کسی کا دل خوش کرنے کی خاطر کوئی کام کرے تو اس کے بارے میں فرمایا ''جو میری امت میں کسی کی حاجت پوری کرے اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اسے خوش کرے تو اس نے مجھے خوش کیا، اور جس نے مجھے خوش کیا، اس نے اللہ کو خوش کیا، اور جس نے اللہ کو خوش کیا اللہ نے اسے جنت میں داخل کر دیا'' (بیہقی)۔ دل آزاری کی ایک معمولی صورت ہنسی مذاق میں پریشان کرنے کی ہوتی ہے۔ یعنی ایسا مذاق جس سے واقعی دوسرا پریشان ہو جائے اور اس کے دل کو تکلیف پہنچے۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرامؓ کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ جب ایک مقام پر قافلہ ٹھہرا تو ان میں سے ایک شخص اٹھا اور دوسرے شخص کی رسی

جو وہ اپنے ساتھ لے کر سو رہا تھا، اٹھا لی اور اس طرح اس کو پریشان کیا۔ جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "مسلمان کے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو ہنسی مذاق میں پریشان کرے" (ابوداؤد)۔

(۱۳) **فریب دہی:** مسلمانوں کو اس بات سے بھی منع کیا گیا ہے کہ اپنے بھائیوں کو گفتگو یا معاملات میں فریب دیں، غلط بیانی سے کام لیں یا انہیں کسی غلط بات کے پیچھے ڈال دیں۔ ایک ایسے تعلق میں جہاں ایک فریق دوسرے فریق کے ساتھ اس قسم کی حرکت کر سکتا ہے، وہاں کبھی بھی ایک دوسرے کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ جہاں ایک آدمی کے لئے دوسرے کی بات بھی قابلِ اعتبار نہ ہو، وہاں محبت و اعتماد کسی طرح بھی موجود نہیں رہ سکتا۔ حدیث میں اس کو بدترین خیانت قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "سب سے بڑی خیانت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تم کو سچا سمجھ رہا ہو حالانکہ تو اس سے جھوٹ بول رہا ہو" (ترمذی)۔

(۱۴) **حسد:** حسد وہ ذلیل بیماری ہے جو اگر انسان کے دل میں راہ پا لے تو نہ صرف یہ کہ وہ قلبی تعلق کو ختم کر کے رکھ دیتی ہے بلکہ آدمی کا اپنا ایمان بھی خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ حسد کی تعریف یہ ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت مثلاً مال و دولت یا علم و فضل یا حسن و کمال کو پسند نہ کرے اور یہ خواہش کرے کہ اس سے یہ نعمتیں چھین لی جائیں۔ حسد میں اپنے لئے نعمت کی خواہش پر دوسرے سے نعمت چھن جانے کی خواہش غالب رہتی ہے۔ حسد کا سبب کبھی تو بغض و عناد ہوتا ہے، کبھی ذاتی فخر اور دوسرے کی کمتری کا احساس، کبھی دوسروں کو مطیع بنانے کا جذبہ، کبھی کبھی مشترکہ مقصد میں اپنی ناکامی اور دوسروں کی کامیابی اور کبھی صرف جاہ طلبی اس کا سبب بنتی ہے۔ حسد کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح تنبیہ فرمائی ہے "تم لوگ حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو کھا

جاتی ہے'' (ابوداؤد)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حسد اور بغض کے بارے میں یہ بھی فرمایا ''پہلی امتوں کی بیماریاں تمہارے اندر سرایت کر گئی ہیں اور یہ بیماریاں حسد اور بغض ہیں جو مونڈ دینے والی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ بالوں کو مونڈ دیتی ہیں بلکہ دین کا صفایا کر دیتی ہیں'' (ترمذی)۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید فرمایا ''کسی کے عیب کی ٹوہ نہ لگاؤ، کسی کا تجسس نہ کرو، کسی کے تجارتی معاملہ کو نہ بگاڑو، آپس میں حسد نہ کرو اور خدا کے بندے اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو'' (بخاری، مسلم)۔ ان سب کا مطلب یہ ہے کہ جب تم لوگ منہیات کو چھوڑ دو گے تو بھائی بھائی ہو جاؤ گے۔

موجبات: ان چیزوں کے روکنے کے ساتھ ساتھ جو تعلقات میں خرابی اور فساد کا باعث بنتی ہیں، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم کو وہ چیزیں بھی بتا دی ہیں جن کا اختیار کرنا تعلقات کے استحکام کا باعث ہوتا ہے۔ الفت و محبت میں اضافہ ہوتا ہے جس کے نتیجہ میں ایک دل دوسرے دل کے اس طرح قریب آتا چلا جاتا ہے جس طرح ایک ہاتھ کی دو انگلیاں۔ ان میں سے کچھ چیزیں ہیں جن کو ضروری قرار دیا گیا ہے یا یوں سمجھیں کہ وہ بطور حقوق پیش کی گئی ہیں اور کچھ چیزیں ایسی ہین جن کے لئے ترغیب دی گئی ہے اور وہ فضائل کے درجے میں آتی ہیں۔ بہر حال محبت و الفت کی فضا کو پروان چڑھانے میں ان میں ہر چیز اہم ہے۔

(۱) عزت و آبرو کا تحفظ: ایک انسان کے نزدیک سب سے قیمتی چیز اس کی عزت و آبرو ہوتی ہے۔ اگر اس کی عزت کو برباد کیا جائے تو وہ کسی صورت میں گوارا نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ایک طرف جہاں مسلمانوں کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ وہ کسی طریقے سے بھی اپنے بھائی کی عزت پر حملہ کرنے کا باعث نہ ہوں وہاں اس بات کی خاص تاکید کی گئی ہے اور اس بات کو حق بتایا گیا ہے کہ مسلمان اپنے بھائی کی عزت کا تحفظ کرے۔ کہیں اسے برا بھلا کہا جا رہا ہو۔ کہیں اس پر تہمت دھری جا رہی

ہوتو اس کا یہ فرض ہے کہ وہ اس کا اسی طرح مقابلہ کرے جس طرح وہ اپنی عزت پر حملے کا مقابلہ کرتا ہے اوراس پر اتنی ہی تکلیف ہو جتنی اپنی عزت خراب ہونے پر ہوتی ہے۔ اگر ایک مسلمان بھائی کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کی عزت اس کے مسلمان بھائی کے ہاتھوں محفوظ ہے تو اس کو اپنے بھائی سے ایک قلبی لگاؤ پیدا ہوگا۔ لیکن اگر اس بات کا بھی یقین ہو کہ اس کے سامنے اوراس کی پیٹھ پیچھے بھی اس کی عزت کا اسی طرح محافظ ہے جس طرح وہ خود ہوسکتا ہے، تو ظاہر ہے کہ اس کے دل میں کتنی گہری جگہ پیدا ہو جائے گی۔ اس لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے شمار جگہ پر اس امر کی ہدایت کی ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں ''جو مسلمان کسی مسلمان کی امداد واعانت سے ایسے موقع پر بیٹھ جاتا ہے جہاں اس کی عزت کی دھجیاں اڑائی جارہی ہوں اوراس کی آبروریزی کی جارہی ہو تو اللہ بھی اس نازک مرحلہ پر اس کی نصرت تنگ کر دیتا ہے جہاں وہ چاہتا ہے کہ اس کی نصرت اور حمایت کے لئے کوئی کھڑا ہو۔ اور جو مسلمان کسی مسلمان کی اعانت کے لئے ایسے موقع پر کھڑا ہوجاتا ہے جہاں اس کی آبروریزی کی جارہی ہو یا اس کی عزت خراب کی جارہی ہو، تو اللہ تعالیٰ ایسے موقع پر اس کی نصرت وحمایت کرتا ہے جہاں وہ چاہتا ہو کہ کوئی اس کی مدد کرے'' (ابوداؤد، مشکوٰۃ)۔ اللہ کی سب سے بڑی مدد یہ ہے کہ وہ آگ سے بچالے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو مسلمان اپنے بھائی کی آبروریزی سے کسی کو روکے تو اللہ تعالیٰ پر اس کا یہ حق ہے کہ وہ اسے جہنم کی آگ سے روک لے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت پڑھی کہ ''مسلمانوں کی مدد ہمارے اوپر ایک حق ہے'' (یونس: ۱۰۳۔ ابوداؤد، مشکوٰۃ)۔ آبروریزی کی ایک بہت اہم شکل غیبت ہے جس کی تعریف گزر چکی ہے۔ اس کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس شخص کے سامنے اپنے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہو اور پھر وہ اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی مدد

کرے گا اور اگر مدد کرنے پر قادر ہونے کے باوجود اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کو پکڑے گا'' (مشکوٰۃ)۔ اپنے بھائی کو دوسروں کے شر سے محفوظ رکھنے کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جس نے کسی مومن کو کسی منافق (کے شر) سے بچایا تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ایک فرشتہ مقرر کر دے گا جو اس کے گوشت کو قیامت کے دن دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے گا'' (ابوداؤد، مشکوٰۃ)۔ ایک مسلمان پر اپنے بھائی کی مدد کے سلسلے میں بے شمار حقوق عائد ہوتے ہیں مثلاً مالی مدد، مشکلات کو دور کرنا، مسائل حل کرنے کی کوشش کرنا اور دوسرے سینکڑوں قسم کے دینی اور دنیاوی حاجتوں کو پورا کرنا۔ یہ تمام چیزیں قانون کے دائرے سے باہر مگر احسان کے دائرہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ بھی ضروری ہیں اور آخرت میں ان کے بارے میں جواب طلبی ہوگی، لیکن ان کے بارے میں قانون سازی ممکن نہیں۔ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا پیٹ بھر سکتا ہو یا اس کے ننگے بدن کو ڈھانپ سکتا ہو یا اس کی مشکل دور کرنے میں اس کی مدد کر سکتا ہو جس میں وہ گرفتار ہو یا اس کی حاجت روائی کر سکتا ہو یا اس کی مالی و معاشی الجھن دور کر سکتا ہو تو یہ اس کے بھائی کا اس پر حق ہے کہ وہ ایسا کرے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان میں سے ایک ایک چیز کو اپنا حق بتاتے ہوئے سوال کرے گا کہ تم نے یہ حق کیوں ادا نہ کیا؟ زبانِ رسالت سے انتہائی موثر انداز میں بتایا گیا ہے کہ اللہ کہے گا ''اے بندے میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا کیوں نہ کھلایا اور یہ کہ میں ننگا تھا تو نے مجھے کپڑا کیوں نہ دیا اور میں مریض تھا تو نے میری عیادت کیوں نہ کی؟'' اور بندے کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا (مسلم۔ ۱۵۲)۔۔۔ اللہ کے بندے اور اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی اتنی بڑی نیکی ہے کہ کم ہی نیکیاں اتنے بڑے درجے کو پہنچ سکتیں ہیں۔ جب تک ایک آدمی اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے وہ اللہ کی مدد کا مستحق رہتا ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کئی

ارشادات ہیں۔ ”اللہ اپنے بندوں کی مدد میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں رہتا ہے“ (مسلم، ترمذی)۔ ”جس کسی نے مومن کی کوئی مشکل دنیا کی مشکلات میں سے دور کر دی، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی مشکلات میں سے ایک مشکل دور کر دے گا۔ جس نے کسی تنگ دست آدمی کو سہولت بخشی اللہ اس کو دنیا اور آخرت میں سہولت بخشے گا۔ اور جس کسی نے مسلمان کی پردہ پوشی کی تو اللہ توالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا۔“ (مسلم)۔ مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ تو وہ اس پر ظلم کرے نہ اپنی اعانت سے ہاتھ کھینچ کر اس کو ہلاکت کے حوالے کرے۔ جو اپنے بھائی کی ضرورت پوری کرے گا اور جو مسلمان کا غم یا مصیبت دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کے روز مشکلات میں سے کوئی مشکل دور کر دے گا“ (بخاری، مسلم)۔ ”مخلوق خدا کا کنبہ ہے۔ پس خدا کے نزدیک اس کی مخلوقات میں سے محبوب ترین وہ ہے جو اس کے کنبہ سے حسن وسلوک کرے (بیہقی)“ وہ شخص مومن نہیں جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا ہمسایہ اس کے پہلو میں بھوکا رہے“ (بیہقی)۔۔۔ ایک شخص نے اپنی سنگ دلی کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”یتیم کے سر پر ہاتھ پھیر اور مسکین کو کھانا کھلا“ (مشکوٰۃ)۔ جس کسی نے فریادی کی دادرسی کی، اللہ تعالیٰ اس کے لئے تہتر بخششیں لکھ دیتا ہے۔ ان میں سے ایک بخشش اس کے تمام کاموں کی اصلاح کی ضامن ہے باقی بہتر بخششیں قیامت کے دن اس کے درجات بلند کرنے کا سبب بنیں گی“ (بیہقی، مشکوٰۃ)۔۔۔ کسی حاجت مند کی سفارش کرنا بھی مدد کی ایک صورت ہے۔ قرآن مجید میں اس کی یوں تعریف بیان ہوئی ہے ”جو نیک بات کی سفارش کرے گا اس کے ثواب میں اس کا بھی حصہ ہو گا“ (النساء:۸۵)۔ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے اصحاب کو بھی جب کوئی سائل یا حاجت مند آتا تو نصیحت کرتے کہ ”اسکی سفارش کرو اور ثواب میں حصہ لو“، اور آخر میں یہ

حدیث بھی دہرا لینے کی ضرورت ہے کہ ''جو شخص میری امت میں سے کسی کی دینی یا دنیا کی حاجت پوری کرے اور اس سے اس کا مقصد صرف اس کو خوش کرنا ہو تو اس نے مجھ کو خوش کیا، اور جس نے مجھے خوش کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو خوش کیا اور جس نے اللہ کو خوش کیا تو اللہ اس کو جنت میں داخل کر دے گا'' (بیہقی)۔

(۲) دکھ درد میں شرکت: اپنے بھائی کی اعانت اور حاجت روائی کے ساتھ حسن وسلوک کرنے کی اصل بنیاد یہ ہے کہ ایک کا دکھ درد دوسرے کا دکھ درد ہو۔ ایک شخص دوسرے کی تکلیف محسوس کرے اور جس طرح جسم کا ایک عضو دوسرے تمام اعضاء کی تکلیف میں شریک رہتا ہے اسی طرح ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی تکالیف میں شریک رہے۔ رسولِ کریمؐ نے کئی مثالوں سے اس چیز کو واضح کیا۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''تم مومنوں کو رحم دلی، آپس میں لگاؤ اور الفت اور باہم تکالیف کے احساس میں ایسا پاؤ گے جیسے ایک جسم۔ اگر ایک عضو بیمار پڑ جائے تو سارا جسم اس کے بخار اور شب بیداری کے ذریعے شرکت کرتا ہے'' (بخاری، مسلم)۔ اسی چیز کو مثبت طور پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مثال کو یوں بھی بیان فرمایا کہ ''ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے عمارت کی طرح ہونا چاہئے اور ایک دوسرے کے لئے اسی طرح مضبوطی اور قوت کا باعث ہونا چاہئے جیسے مکان کی ایک اینٹ دوسرے اینٹ کے لئے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا'' (بخاری، مسلم)۔

(۳) احتساب و نصیحت: ایک مسلمان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بھائی کے اعمال وافکار پر نگاہ رکھے اور جہاں اسے سیدھی راہ سے ہٹتے دیکھے وہاں اس کو نصیحت کر کے سیدھا کرنے کی کوشش کرے۔ یہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر حق ہے۔ مگر یہ چیز ایسی ہے جو اکثر و بیشتر ناگوار گزرتی ہے۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر

ایک فرد کے دل میں یہ احساس ہو کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے اور اس تعلق کی اساس یہ ہے کہ دو بھائی ایک دوسرے کو یہ کامیابی حاصل کرنے میں مدد دیں۔ کیونکہ دنیا میں احتساب آخرت کے احتساب سے بہتر ہے تو وہ اپنے دل میں یقیناً اپنے بھائی کا شکر گزار ہوگا کہ اس نے دنیا میں ہی اس کو اصلاح کا موقع دیا۔ اس لئے ضروری ہے کہ تنقید اور احتساب کرنے والا ان تمام شرائط کو ملحوظِ خاطر رکھے جو ضروری ہیں اور خاص طور پر اگر یہ کام دل سوزی، محبت اور خلوص سے ہو تو یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ اس کی شکر گزاری آگے بڑھ کر محبت میں اضافہ کرنے کا باعث ہوگی اور تنقید کرنے والے کے بارے میں ایک محسن کا تصور پیدا ہوگا۔ تنقید کی ساری شرائط کو نبی کریم ﷺ نے اپنی اس حدیث میں اس ایک مثال سے واضح کر دیا ہے جس میں آپؐ نے اس کی نصیحت کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''تم میں سے ہر ایک اپنے بھائی کا آئینہ ہے۔ پس اگر وہ اپنے بھائی میں کوئی خرابی دیکھے تو اسے دور کر دے'' (ترمذی)۔ اور ابی داؤد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ ''ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے کا بھائی ہے اور اس کے حق کو اس کی عدم موجودگی میں محفوظ رکھتا ہے۔ اس حدیث کی روشنی میں احتساب اور نصیحت کے یہ اصول وضع کئے جا سکتے ہیں۔ (۱) برائیوں کا تجسس نہ ہونا چاہئے اس لئے کہ آئینہ کبھی تجسس نہیں کرتا۔ وہ صرف اس وقت ظاہر کرتا ہے جب آپ اس کے سامنے کھڑے ہوں۔ (۲) پیٹھ پیچھے تنقید نہ ہو۔ اس لئے کہ آئینہ کسی کی شکل اس وقت تک ظاہر نہیں کرتا جب تک کہ وہ رو برو نہ ہو۔ (۳) تنقید میں کوئی اضافہ نہ ہونا چاہئے۔ اس لئے کہ آئینہ بلا کم و کاست اور بلا مبالغہ نقوش واضح کرتا ہے۔ (۴) تنقید بے لاگ ہونی چاہئے اور کسی بد نیتی اور غرض سے پاک۔ اس لئے کہ آئینہ جس کا نقش ظاہر کرتا ہے اس سے کوئی کینہ نہیں رکھتا۔ (۵) بات کہہ دینے کے بعد اسے پالنا نہیں چاہئے۔ اس لئے کہ سامنے ہٹ جانے کے بعد

آئینہ شکل کو محفوظ نہیں رکھتا۔ یا دوسرے الفاظ میں پردہ دری نہیں ہونی چاہئے (۶) اور پھر سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس میں انتہائی سوز، دکھ درد، خلوص اور محبت کارفرما ہو۔ جس کا احساس ہی اس ناگواری کے ملکے سے احساس کو فنا کردے جو کہ ہر شخص میں فطری طور پر اپنے اوپر تنقید سن کر ابھرنے لگتا ہے۔ اسی لئے مومن کے لئے (مراۃ المسلم) آئینہ کے ساتھ مسلمان بھائی (اخوۃ المسلم) بھی کہا گیا ہے۔ یہ دل سوزی اسی وقت پیدا ہو سکتی ہے جب ایک طرف یہ احساس ہو کہ میرے بھائی کی یہ خرابی دنیا و آخرت میں اس کی ہلاکت کا باعث بن سکتی ہے اور دوسری طرف اپنے آپ کو اپنے مسلمان بھائی سے بڑا نہ سمجھے بلکہ بہتر یہ ہے کہ خود کو اس سے کمزور اور اس سے زیادہ خطا کار اور گناہ گار سمجھے۔

(۴) **ملاقات:** محبت کے اوّلین اور بنیادی تقاضوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی جس سے محبت کرے اس سے زیادہ سے زیادہ ملے۔ اس کی صحبت اختیار کرے، اس سے گفتگو کرے اور اس کے پاس بیٹھے یعنی ملاقات کرے۔ محبت کو بڑھانے کے لئے اور دلوں کو آپس میں زیادہ سے زیادہ جوڑنے کے لئے سب سے موثر ترین چیزوں میں سے ایک چیز یہ ملاقات ہے۔ لہٰذا آدمی کو چاہئے کہ ہر ممکن موقع پر اپنے بھائی سے مل لے۔ ہر ملاقات محبت میں مزید اضافے کا سبب بنتی ہے۔ اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے باہمی محبت کے باب میں اس کو خاص اہمیت دی ہے اور اس کے بے شمار فضائل بتائے ہیں۔ ایک حدیث میں آپؐ فرماتے ہیں کہ "صالح ہم نشین تنہائی سے بہتر ہے" (بیہقی)۔ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حضرت ابوذرؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "تمہیں معلوم ہے کہ جب کوئی مسلمان اپنے بھائی کو دیکھنے اور ملاقات کی غرض سے اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس کے پیچھے ستر ہزار فرشتے ہوتے ہیں جو اس کے لئے دعا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! یہ تو صرف تیرے

لئے جڑا۔ تو اسے جوڑ دے۔ اگر تم سے ممکن ہو تو اپنے جسم سے یہ (ملاقات کا) کام لے سکے تو ایسا ضرور کر'' (بیہقی)۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے بڑے اچھے پیرائے میں اس ملاقات پر روشنی فرمائی کہ ''ایک شخص اپنے بھائی سے جو کسی دوسرے گاؤں میں تھا ملاقات کو چلا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے پر ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا ''کہاں کا ارادہ ہے'اس نے جواب دیا ''اس گاؤں میں مَیں اپنے بھائی کی ملاقات کو جاتا ہوں''۔ فرشتے نے پوچھا کیا اس پر تمہارا کوئی حقِ نعمت ہے جو وصول کرنے جاتا ہے؟''۔ اس نے جواب دیا ''سوائے اس کے کوئی وجہ نہیں کہ میں اس سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہوں''۔ فرشتے نے کہا ''مجھے اللہ نے تیری طرف بھیجا ہے اور یہ بشارت دی ہے کہ وہ تم سے ایسی ہی محبت رکھتا ہے جیسی تو اس کی خاطر اپنے دوست سے رکھتا ہے'' (مسلم)۔ ایک صاحب نے حضرت معاذ بن جبلؓ پر اپنی محبت کا اظہار کیا اور کہا کہ میں آپ سے اللہ کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ تو انہوں نے حضور ﷺ کی بشارت سنائی کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''میری محبت ان لوگوں کے لئے واجب ہے جو میرے لئے باہم ساتھ بیٹھتے ہیں۔ میرے لئے ایک دوسرے سے ملنے جاتے ہیں اور میرے لئے ایک دوسرے پر مال خرچ کرتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کے لئے آپس میں ملاقات کا جو اجر آخرت میں ہے اس کی خبر نبی کریم ﷺ نے یوں دی ہے کہ ''جنت میں یاقوت کے ستون ہیں اور ان پر زبر جد (زمرد) کے بالا خانے اور ان کے دروازے ایسے چمکدار ہیں جیسے تارے چمکتے ہیں۔ صحابہؓ نے پوچھا اے اللہ کے رسول ﷺ ان میں کون رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا وہ جو اللہ کے لئے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ساتھ مل بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے کی ملاقات کو جاتے ہیں'' (بیہقی، مشکوٰۃ)۔ یہ ملاقات خوش خلقی اور محبت سے

ہونی چاہئیں۔ان ملاقاتوں میں ایک طرف بدکلامی، طعن وطنز، تمسخروغیرہ کے ذریعے دل آزاری نہ ہواور دوسری طرف اس طرح ملا جائے کہ محبت، نرمی اور دل جوئی کے جذبات نظر آئیں۔ چنانچہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ’’میں تمہیں اس شخص کا پتہ دیتا ہوں جس پر جہنم کی آگ حرام ہے اور وہ آگ پر حرام ہے۔ یہ وہ شخص ہے جو نرم مزاج، نرم طبیعت اور نرم خو ہو‘‘ (ترمذی)۔اس کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ آدمی خندہ پیشانی سے ملے اور دیکھ کر مسکرادے۔ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا ’’نیکیوں میں سے کسی کو حقیر نہ سمجھو اگرچہ وہ اتنی ہی ہو کہ تم اپنے بھائی سے خندہ پیشانی کے ساتھ ملو‘‘ (مسلم)۔اور ایک اور جگہ فرمایا ’’کہ اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرادینا بھی صدقہ ہے‘‘ نبی کریمؐ کے بارے میں صحابہ کرامؓ یہ کہتے ہیں کہ آپؐ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پورے جسم سے ہوتے۔ایک دفعہ آپؐ مسجد میں ایک مجلس میں بیٹھے تھے۔ایک آدمی آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے اپنے جسم کو حرکت دی۔اس نے کہا ’’یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جگہ میں کافی گنجائش ہے‘‘ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’’مسلمان کا یہ حق ہے کہ اس کا بھائی اسے دیکھے تو اس کے لئے حرکت کر جائے‘‘ (بیہقی)۔باہمی ملاقات اور محبت کی اتنی تاکید اور اس کے لئے اتنے بڑے اجر کی خوش خبری صرف اس وجہ سے نہیں ہے کہ یہ محبت کا ایک لازمی تقاضا ہے یا یہ کہ اس سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ بلکہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ انسان کو صحیح راہ پر قائم رکھنے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ اس کے مخلص دوست اس کو سہارا دیتے رہیں اور یہ چیز ملاقاتوں اور گفتگوؤں سے ہی ممکن ہے۔ پھر انسان تو ملتا لازماً رہتا ہے اگر اس کی ملاقاتیں اس کے پورے اجروثواب کی تمنا اور نیت سے اپنے بھائیوں کے ساتھ ہوں گی جو اس کے ہم مقصد اور ہم ذوق ہیں اور ان ملاقاتوں میں اللہ کو یاد رکھا جائے تو یقیناً اس کی سیرت اور کردار کے ارتقا میں بڑا اہم اور نمایاں حصہ ادا کریں گی۔لہٰذا ملاقات کے

وقت ان احادیث و ہدایات کو سامنے رکھنا چاہئے تا کہ اس ملاقات کے اجر وثواب سے محروم نہ رہے۔

(۵) **عیادت:** ملاقات کی ایک خاص صورت جس کو ایک مسلمان پر اس کے بھائی کا حق قرار دیا گیا ہے، وہ یہ ہے کہ وہ اپنے بیمار بھائی کی عیادت کو جائے۔ ایک بیمار آدمی اپنی نفسیاتی اور جسمانی کیفیت کی بنا پر دوسروں کی ہمدردی اور خدمت کا محتاج ہوتا ہے، اس موقع پر اس کا بھائی یہ چیزیں اس کو فراہم کر دے تو یہ ہمدردی اور خدمت ایسا گہرا اثر دل پر چھوڑتی ہیں جو تعلقات کے استحکام میں مفید ہوتا ہے۔ عام طور پر عیادت کے معنی صرف اتنے سمجھے جاتے ہیں کہ بیمار کی مزاج پرسی کی جائے، جبکہ حقیقت یہ ہے کہ بیمار پرسی اس کی کم از کم نوعیت ہے، ورنہ غم خواری، تیمارداری اور خدمت گزاری بھی اسی کے تحت آتے ہیں۔ پھر اگر مان لیا جائے کہ عیادت سے مراد صرف مزاج پرسی ہے تو سوچنا چاہئے کہ جب مذاج پرسی کی اتنی تاکید اور اجر ہے تو پھر غم خواری، تسلی اور تشفی اور تیمارداری کا کیا درجہ ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے انتہائی موثر انداز میں بندوں کے حقوق کی تلقین کرتے ہوئے ایک دفعہ وضاحت کی کہ یہ حقوق دراصل اللہ کی طرف سے عائد ہوتے ہیں اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود مدعی بن کر جواب طلب کرے گا۔ چنانچہ عیادت کے بارے میں آپؐ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا ”اے آدم کے بیٹے میں بیمار پڑا اور تو نے میری عیادت نہ کی“۔ وہ کہے گا اے میرے رب! تو سارے جہاں کا رب تھا میں تیری عیادت کیوں کرتا“۔ اللہ فرمائے گا ”کیا تجھے خبر نہ ہوئی کہ میرا بندہ بیمار ہوا مگر تو نے عیادت نہ کی۔ اگر کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا“ (مسلم)۔ ایک بیمار کی عیادت کے لئے اس سے بڑھ کر اور کیا ترغیب ہوسکتی ہے کہ بندہ اس کے ذریعے اپنے رب کو پالے۔ اس عیادت کے بارے میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ”جب مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی

عیادت کو جاتا ہے تو واپسی تک جنت کے میوے چنتا رہتا ہے'' (ترمذی)۔اور یہ بھی فرمایا کہ '' جب مسلمان دوسرے مسلمان کی عیادت صبح کو کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ شام ہو جائے۔ اور شام کو عیادت کرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے دعا کرتے ہیں یہاں تک کہ صبح ہو جائے۔ اس کے لئے جنت میں میووں کے باغات ہیں'' (ترمذی، ابوداؤد)، ''جو شخص مریض کی عیادت کو جاتا ہے وہ رحمت کے دریا میں داخل ہو جاتا ہے اور جب مریض کے پاس بیٹھتا ہے تو رحمت میں غرق ہو جاتا ہے'' (مالک، احمد)۔ آپؐ نے فرمایا مریض کی عیادت یہ ہے کہ عیادت کرنے والا اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ یا پیشانی پر رکھ دے اور اس سے پوچھے کہ وہ کیسا ہے؟'' (ترمذی)۔ عیادت کے کچھ آداب ہیں، جن میں سب سے اہم چیز مریض کی تسلی و تشفی اور دل داری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حکم یوں دیا کہ '' جب تم کسی مریض کے پاس جاؤ تو اس کو تسکین اور تسلی دو۔ یہ اگرچہ حکمِ الٰہی کو تو نہیں روک سکتی لیکن مریض کے دل کو خوش کر دیتی ہے'' (ترمذی، ماجہ)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے بھی منع فرمایا کہ مریض کے پاس زیادہ دیر تک بیٹھا جائے یا شور و غل کیا جائے۔

(٦) **اظہارِ جذبات:** جذبات کے اظہار سے ہمیشہ دو فائدے ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو شخص اپنے جذبات کو پھوٹ نکلنے کا موقع دیتا ہے اس کے جذبات میں ہمیشہ تازگی رہتی ہے، حرارت رہتی ہے اور ان میں اضافہ اور ارتقا ہوتا رہتا ہے۔ اگر جذبات کو سینہ میں دفن کر کے رکھ دیا جائے تو مردنی چھا جاتی ہے اور ارتقا رک جاتا ہے۔ اس طرح آہستہ آہستہ جذبات تنزل کی طرف جانے لگتے ہیں۔ جذبات کے اظہار کا دوسرا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ یہ آپس کے تعلقات کو زیادہ مستحکم کرنے کا سبب بنتا ہے، کیونکہ جب اسے یہ معلوم ہو گا کہ اس کا بھائی اپنے سینے میں اس کے لئے کتنے پیار و محبت اور اخوت کے جذبات رکھتا ہے تو لامحالہ اس کے دل پر گہرا اثر پیدا ہو گا۔ اگر دل میں موجود ان

جذبات کا اظہار نہ ہو تو پھر دو بھائی باوجود اچھے جذبات رکھنے کے کبھی بھی الفت اور محبت کے زیادہ مستحکم تعلقات قائم نہ رکھ سکیں گے۔ پھر اگر ایک مسلمان سے اس کا بھائی محبت رکھتا ہے تو اس کا یہ حق ہے کہ وہ اپنے بھائی کے دلی جذبات سے آگاہ ہو، تاکہ وہ بھی ان جذبات کے جواب میں اپنے سینے میں برابر کے جذبات پروان چڑھا سکے، اور اس لئے بھی ضروری ہے کہ وہ کہیں لاعلمی میں ایسا طرزِ عمل اختیار نہ کر جائے یا اس جذبہ محبت کے تقاضوں سے متصادم ہو یا اس کے مطابق نہ ہوں جو اس کے بھائی کے سینہ میں اس کے لئے موجود ہیں۔ بلکہ اکثر حالات میں فساد سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ محبت کو مخفی نہ رکھا جائے اور اپنے جذبات کو کھل کر ظاہر ہونے دیا جائے۔ فساد اس طرح بھی پیدا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنے بھائی سے محبت رکھتا ہے اور اپنی محبت کو مختلف طریقوں سے ظاہر کرتا ہے لیکن اس کا بھائی اپنے دل میں محبت رکھنے کے باوجود خاموش رہے تو اس طرح کا رویہ اپنے اس بھائی کے دل میں بدگمانی، بددلی اور دوری پیدا کرنے کا باعث ہوگا۔ دل میں پوشیدہ محبت، الفت اور پیار کے جذبات جب پھوٹ کر نکلتے ہیں تو بے شمار راہیں اختیار کرتے ہیں۔ انسان کی ایک ایک حرکت اس کے بھائی کے جذبات کا اظہار کرتی ہے۔ یہ اظہار عمل سے بھی ہوتا ہے اور زبان سے بھی۔ حسنِ سلوک، حاجت روائی، دل سوزی کے ساتھ نصیحت اور اصلاح کی کوشش، دعوت و طعام، خندہ پیشانی، مسکراہٹ، معانقہ، دکھ درد میں شرکت اور ذاتی معاملات میں اعتماد ایسی چیزیں ہیں جو عمل سے ان جذبات کو ظاہر کرتی ہیں۔ ان حرکات وسکنات اور عمل کے ساتھ ساتھ دوسری بڑی قوت زبان کی ہے۔ زبان سے نکلی ہوئی ایک دل آزار بات جس طرح تیر کی طرح دل پر اثر کرتی ہے اس کے زخم کا مداوا مشکل سے ہوتا ہے۔ اسی طرح زبان سے نکلی ہوئی اچھی بات دل پر ایسا گہرا اثر چھوڑتی ہے کہ دوسرے انسان کے لئے اس کا اندازہ بھی مشکل ہوتا ہے۔ اس لئے

زبان کے بارے میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے سب سے زیادہ محتاط رہنے کا مشورہ دیا ہے۔ چنانچہ اظہارِ محبت کے سلسلے میں آپ ﷺ نے کیا خوب فرمایا ’’جب کوئی اپنے بھائی سے محبت کرے تو اسے چاہیئے کہ وہ اس کو خبر کر دے کہ وہ اس سے محبت رکھتا ہے۔‘‘ (ابوداؤد، ترمذی)۔ اسی طرح ایک دفعہ آپؐ کے سامنے سے ایک شخص گزرا۔ اس وقت آپؐ کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں اللہ کے لئے اس شخص کو محبوب رکھتا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کیا تو اس کے علم میں لے آیا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ فرمایا کہ جاؤ اور اس کے علم میں لے آؤ کہ تم اس سے اللہ کے لئے محبت کرتے ہو۔ پھر وہ شخص کھڑا ہو گیا اور اس کو جا کر بتا دیا۔ اس نے کہا کہ تجھ سے وہ ذات محبت کرے جس کی رضا کے کئے تم مجھ سے محبت کرتے ہو (بیہقی، ترمذی)۔ حضرت ابو ہریرہؓ ایک دفعہ کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرتِ حسن بن علیؓ کا بوسہ لیا۔ اس وقت آپؐ کے پاس افرع بن حابسؓ بیٹھے تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کو بوسہ لیتے دیکھ کر کہا، میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف دیکھ کر فرمایا ’’جو رحمت سے خالی ہوتا ہے اس پر رحمت نہیں کی جاتی‘‘ (مسلم)۔

(۷) **سلام**: سلام کے ذریعے جذبات کے اظہار کو ایک معین صورت عطا کر کے اسے بھی ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر حقوق میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس میں ایک طرف محبت کے جذبات کا اظہار ہوتا ہے اور دوسری طرف اپنے بھائی کے لئے دعا کے ذریعے خیر خواہی بھی۔ اس کی اہمیت ان احادیث سے ظاہر ہوتی ہے۔ ’’تم ہر گز جنت میں داخل نہ ہو گے یہاں تک کہ تم مومن نہ ہو جاؤ۔ اور مومن اس وقت تک نہ ہو گے جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو۔ کیا میں تمہیں ایک ایسی چیز کا

پتہ نہ دوں جسے تم اختیار کر کے تم آپس میں محبت کرنے لگو۔ وہ یہ کہ تم آپس میں سلام کو رواج دو" (مشکوٰۃ)۔ اور ایک دفعہ آپؐ نے مسلمان کے مسلمان پر چھ حقوق بتاتے ہوئے فرمایا "اس کو سلام کرے جب بھی اسے ملے" (مشکوٰۃ)۔ اس سلسلے میں خاص طور پر سبقت کرنے اور اوّلیت کا شرف حاصل کرنے کی ترغیب دی گئی ہے آپؐ نے فرمایا "سلام میں پہل کرنے والا تکبر سے پاک ہوتا ہے" اور یہ بھی فرمایا "اللہ کی رحمت سے زیادہ قریب لوگوں میں وہ ہیں جو سلام کرنے میں پہل کرے" (مشکوٰۃ، احمد، ترمذی، ابوداؤد)۔ سلام کی کثرت کی آپؐ نے اس طرح نصیحت فرمائی "جب تم میں کوئی اپنے بھائی کو ملے تو اسے سلام کرے۔ پھر اگر ان دونوں کے درمیان کوئی درخت، پتھر یا آڑ آجائے اور پھر ملے تو پھر سلام کرے" (داؤد، مشکوٰۃ)۔ خاص طور پر آپؐ نے گھر آنے والوں کو سلام کی نصیحت فرمائی۔ حضرتِ انسؓ سے فرمایا "اے بیٹے جب تو اپنے گھر میں داخل ہو تو سلام کر۔ یہ تیرے اور تیرے گھر والوں کے لئے باعثِ برکت ہوگا" (ترمذی، مشکوٰۃ)۔ سلام کے ذریعے محبت میں اضافہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب شعور کے ساتھ ہو، ورنہ جیسا کہ آج کل رائج ہے بطور عادت دو لفظ منہ سے نکل جاتے ہیں تو ظاہر ہے یہ محبت میں اضافے کا سبب ویسا نہیں بن سکتا جیسا کہ ہونا چاہئے۔

(۸) **مصافحہ:** مصافحہ سلام کی تکمیل کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی سلام کی پوری سپرٹ اس سے ہی مکمل ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اس چیز کو واضح کیا ہے "تمہارے باہمی سلام کی تکمیل مصافحہ سے ہوتی ہے" (احمد، ترمذی)۔ مصافحہ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ "مصافحہ کیا کرو اس سے بغض دور ہوتا ہے اور مصافحہ کے بارے میں یہ بھی خوش خبری دی کہ جب دو مسلمان ملیں تو مصافحہ کریں تو ان کے جدا ہونے سے پیشتر ان کو بخش دیا جاتا ہے۔ ایک روایت یہ ہے کہ مصافحہ کریں، خدا کی حمد

کریں اور اس سے مغفرت چاہیں تو ان کو بخش دیا جاتا ہے'' (احمد، ترمذی، ابوداؤد، ابنِ ماجہ)۔

(۹) **ہدیہ:** اپنے بھائی پر اپنے خلوص اور محبت کے اظہار کے لئے ہدیہ دینا تعلق کے استحکام کے لئے بہت موثر چیز ہے۔ اچھی بات کہنا، اچھے ناموں سے پکارنا، اپنی محبت کو ظاہر کرنا یہ سب زبان کے ہدیے ہیں۔ ٹھیک جس طرح زبان کے ہدیے دل کو خوش کرتے ہیں اور دلوں کو جوڑتے ہیں اور اپنی طرف کھینچنے میں مدد دیتے ہیں اسی طرح مادی ہدیے بھی ایک دل کو دوسرے دل سے مربوط کرتے ہیں اور باہم محبت میں اضافہ کا باعث ہوتے ہیں۔ حضورِ اکرم ﷺ نے جہاں ہدیہ دینے کی ترغیب دی وہاں اس کا یہ فائدہ بھی بتایا کہ ہدیہ دلوں کی کدورتوں کو دھو ڈالتا ہے فرمایا ''ایک دوسرے کو ہدیے بھیجا کرو تو باہمی الفت پیدا ہوگی اور دلوں سے دشمنی اور بُعد دور ہو جائے گا'' (مشکوٰۃ)۔ اس سلسلے میں جو باتیں ہم کو پیشِ نظر رکھنی اور جو ہم کو آپ ﷺ کے اُسوہ حسنہ سے معلوم ہوتی ہیں وہ یہ ہیں۔

(۱) ہدیہ ہمیشہ حسبِ استطاعت دینا چاہئے۔ اس بنیاد پر دینے سے رک نہ جانا چاہئے کہ وہ قیمتی چیز نہیں دے سکتا۔ جو چیز دلوں کو جوڑتی ہے وہ ہدیہ کی قیمت نہیں بلکہ دینے والے کا خلوص اور اس کی محبت ہوتی ہے۔ (۲) ہدیہ چاہے کچھ بھی ہو، ہمیشہ شکریہ و امتنان کے ساتھ قبول کرنا چاہئے۔ (۳) ہدیے کے بدلے میں ہمیشہ ہدیہ دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ ضروری نہیں کہ وہ مساوی قیمت کے بدلے ہوں۔ بلکہ ہر فریق اپنی حیثیت کے مطابق دے۔ نبی کریم ﷺ کا اصول یہ تھا کہ آپؐ نے ہمیشہ ہدیہ کے بدل کی کوشش کرتے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے لینے سے انکار کر دیا تو آپؐ اس پر سخت ناراضگی کا اظہار کیا۔ (۴) ہدیہ میں سب سے پسندیدہ چیز آپؐ کے لئے خوشبو تھی۔ آج کل کے حالات میں اسی صف میں کتاب کو بھی رکھا جا سکتا ہے۔ نبی

کریم ﷺ کے بارے میں صحابہ کرامؓ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی آپؐ کی خدمت میں چیز پیش کرتا تو آپؐ اس کا شکریہ ادا کرتے اور آپؐ اس کو قبول فرماتے اور جب کوئی آپؐ کا کام کر دیتا تو آپؐ اس پر اپنے امتنان کا اظہار فرماتے (شمائل ترمذی)۔

(۱۰) صلح اور شکایت دور کرنا: ان تمام تدابیر کو اختیار کرنے میں جو ایک طرف تعلقات کو خراب ہونے سے بچاتی ہیں اور دوسری طرف لطف و محبت کے جذبات پیدا کرتی ہیں ہر مسلمان کو اپنے سامنے رکھنی چاہئیں لیکن کسی انسان کے لئے بھی یہ ممکن نہیں کہ اس سے کبھی کسی غلطی کا صدور نہ ہو۔ بہت سی کوتاہیاں اور خامیاں سرزد تو ہونگی۔ لہٰذا اگر تعلقات میں خرابی ہوتی نظر آئے تو چند چیزیں ہر مسلمان بھائی کو اپنے سامنے رکھنی چاہئیں، جن کی مدد سے وہ باآسانی دور کی جاسکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اس سلسلے میں وہی باتیں پیشِ نظر رکھنی چاہئیں جو بدظنی اور بدگمانی کے ضمن میں کہی گئی ہیں۔ دوسرے یہ کہ حضور ﷺ کی اعلیٰ اخلاقی تعلیم کو ملحوظِ خاطر رکھنا چاہئے۔ تیسرے یہ کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو شکایت کا موقع فراہم نہ ہونے دے۔ اسے اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ اس سے دوسرے کے دل کو کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچے اور ہر مسلمان کو اپنے بھائی کے ساتھ وسیع القلبی سے پیش آنا چاہئے۔ چوتھے یہ کہ ان تینوں باتوں کے باوجود اگر شکایت پیدا ہو تو اسے فوراً دل سے محو کر دیا جائے اور دل میں نہ رکھنا چاہئے۔ اگر بھلانے میں کامیاب نہ ہو تو خواہ چھوٹی بات ہو یا بڑی فوراً اس کو اپنے بھائی پر ظاہر کر دے۔ اپنے بھائی کی طرف ذرا سا بھی میل یا غبار رکھ کر اس سے ملنا بدترین کردار ہے۔ اس میں کوئی تاخیر نہیں ہونی چاہئے۔ بلکہ دل کی صفائی کی فوراً کوشش ہونی چاہئے۔ پانچویں یہ کہ جس کو شکایت بتائی جائے وہ اس پر ناراض نہ ہو اور ناک بھوں نہ چڑھائے بلکہ اپنے بھائی کا شکر گزار ہو جس نے خیانت کا ارتکاب کرنے کی بجائے اس پر ظاہر کر دیا۔ پیٹھ پیچھے نہ کہا

اور یہ کہ تعلق کو اتنا قیمتی سمجھا کہ ذرا بات بھی ہوئی تو فوراً اصلاح کی کوشش کی اور اصلاح کا موقع دیا۔ چھٹے یہ کہ جب اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کے بھائی کے دل میں کوئی شکایت ہے تو فوراً اصلاح کی کوشش کرے کیونکہ جتنی مدت گزرتی ہے اتنی ہی خرابی جڑ پکڑتی ہے۔ پھر اگر واقعی ہی اس سے غلطی ہوئی ہو تو اس غلطی کا کھلے دل سے اعتراف کرے، اس پر ندامت کا اظہار کرے۔ اگر اس غلطی کے لئے کوئی عذر ہو تو پیش کرے، اگر غلطی نہ ہو محض غلط فہمی ہو یا اس کا معقول عذر ہو تو غلط فہمی کو صاف کرنے کی کوشش کرے اور ساتویں بات یہ کہ جب ایک مسلمان بھائی اپنی غلطی کا اعتراف کر لے تو اس کو معاف کر دینا اس کا حق ہے، جس سے دست کش نہیں ہونا چاہئے۔ اگر وہ معذرت پیش کرے تو معذور سمجھنا اور اس کا عذر قبول کر لینا بھی اس کا حق ہے اور اگر وہ غلط فہمی کی صفائی میں کوئی بات پیش کرے تو اس کی بات پر یقین کر لینا بھی اس کا حق ہے۔ اس موقع پر نبی کریم ﷺ کا یہ ارشادِ پاک سامنے رکھنا چاہئے ''جس نے اپنے کسی مسلمان بھائی سے اپنی غلطی پر عذر کیا اور اس نے اس کو معذور نہ سمجھا اس کے عذر کو قبول نہ کیا تو اس پر اتنا گناہ ہوگا جتنا ایک ناجائز محصول لینے والے پر اس کے ظلم کا ہوتا ہے'' (بیہقی، مشکوٰۃ)۔ جو شخص یہ جانتا ہو کہ اصل کامیابی آخرت کی کامیابی ہے، وہ لازماً اپنے دین کو ہر قیمت پر محفوظ رکھے گا اور جو اپنے دین کو محفوظ رکھنا چاہے گا وہ حسبِ استطاعت ان تعلقات کو کبھی خراب نہ ہونے دے گا۔ ایک دوسرے سے ناراض رہنے اور قطع تعلق کرنے کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے جو تنبیہات کیں ہیں وہ بڑی موثر اور سخت ہیں۔ آپ ؐ نے فرمایا ''کسی مسلمان کے لئے یہ بات حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ ناراض ہو کر چھوڑ دے۔ دونوں میں ایک اپنا منہ ادھر کرے اور دوسرا ادھر پھیر لے۔ ان دونوں میں بہتر شخص وہ ہے جو سلام سے ابتدا کرے۔ یعنی خفگی دور کر کے مصالحت کی ابتدا کرے'' (بخاری، مسلم)۔ اس

سے مصالحت میں پہل کرنے کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔آپؐ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ کے ہاں ایسے بندوں کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔آپؐ نے فرمایا ''لوگوں کے اعمال ہفتہ میں دو دن پیر اور جمعرات کو پیش ہوتے ہیں اور ہر مومن بندہ بخش دیا جاتا ہے سوائے اس کے جس کی اپنے مسلمان بھائی سے کوئی عداوت ہو۔اس کے لئے کہا جاتا ہے کہ ان کو کچھ دن کے لئے چھوڑ دو تاکہ یہ آپس میں صلح کر لیں'' (مسلم، مشکوٰۃ)۔جو شخص تین دن تک اپنے بھائی کو چھوڑے رکھے اس کے لئے آپؐ نے فرمایا ''کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ کے لئے چھوڑ دے۔جو شخص تین دن سے زیادہ الگ رہا اور اس عرصہ میں مر گیا وہ دوزخ میں جائے گا'' (احمد، ابوداؤد، مشکوٰۃ)۔اور یہ بھی فرمایا ''جو شخص ایک سال تک اپنے بھائی کو ترک کر دے تو وہ ایسا ہے کہ اس نے اس کا خون بہایا (یعنی اتنا بڑا گناہ ہوگا)''۔اس سلسلہ میں ایک صورتِ حال یہ ہو سکتی ہے کہ ایک فریق نے اصلاح حال کی ہر کوشش کر کے ترک کیا ہو یا یہ کہ جھگڑے میں وہ حق پر ہو۔اس صورت میں عقلاً وشرعاً اس پر کوئی گناہ عائد نہیں ہوتا۔لیکن اس صورت میں بھی ترغیب دی گئی ہے کہ وسیع القلبی سے کام لیتے ہوئے اپنے بھائی کو معاف کر دے اور حق پر ہوتے ہوئے بھی نزاع ترک کر دے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک حدیث میں میں ترکِ نزاع کی ترغیب اس طرح دیتے ہیں ''جس نے نزاع و جھگڑا ترک کیا اس کے لئے جنت کے وسط میں ایک محل بنایا جاتا ہے اور جس نے اپنا اخلاق بہتر کیا اس کے لئے جنت کی بلندیوں پر محل بنایا جاتا ہے'' (ترمذی، مشکوٰۃ)۔ظاہر ہے کہ حسن واخلاق کی آخری منزل عفو ہے جس کے بدلے انسان جنت کی اعلیٰ ترین بلندی پر جگہ کا مستحق قرار پائے گا۔صلح کے ساتھ ساتھ مسلمان بھائی اور مسلمان معاشرہ کا بھی یہ حق ہے کہ وہ دو بھائیوں کے درمیان تعلقات پر نظر رکھے اور جہاں خرابی محسوس ہو اسے دور کر دے۔اس لئے کہ اصلاح پر تعلقات کا

انحصار ہے اور یہ تعلقات ہی معاشرے کی زندگی اور روح ہے۔قرآن میں اس اصلاح کو حکم یوں دیا گیا ہے ”مومن تو ایک دوسرے کے بھائی ہیں لہٰذا اپنے بھائیوں کے تعلقات درست کرو اور اللہ سے ڈرو امید ہے کہ تم پر رحم کیا جائے گا“ (الحجرات:۱۰)۔ رسول اللہؐ نے ایک دفعہ صحابہؓ سے پوچھا ”میں تمہیں وہ عمل بتاؤں جس کا ثواب درجہ میں روزہ، صدقہ، نماز کے ثواب سے زیادہ ہے“۔صحابہؓ نے کہا ”ہاں یارسول اللہؐ ضرور بتایئے۔فرمایا ”لوگوں کے درمیاں تعلقات کی اصلاح کرنا اور لوگوں کے درمیاں تعلقات میں خرابی ڈالنا دین کو مونڈ ڈالنا ہے“ (ابوداؤد، ترمذی)۔اور اس سلسلے میں مزید فرمایا (باوجو اس کے کہ جھوٹ کے بارے میں اسلام کی روش بڑی سخت ہے) کہ ”وہ شخص جھوٹا نہیں جو لوگوں کے درمیان صلح کرائے اور بھلی بات کہے اور بھلی بات پہنچائے“۔یعنی ایک طرف سے دوسری طرف ایسے جذبات منتقل کرے جو فی الحقیقت ظاہر نہ کئے گئے ہوں اور جن کا اس طرح منتقل کرنا صلح کا باعث بن سکتا ہو۔اس میں بہتر بات یہ ہے کہ بات اس انداز میں کی جائے کہ الفاظ میں جھوٹ نہ ہو اور بھائی دوسرے بھائی کی محبت کا قائل ہو جائے۔

(۱۱) **دعا:** یہ ایک ایسی چیز ہے جو ایک طرف تو بہت سے حقوق کو ایک مخصوص پہلو سے اپنے اندر سمیٹ لیتی ہے جن پر ہم گفتگو کر آئے ہیں اور دوسری طرف ایک نئے پہلو سے الفت و محبت کا سبب بنتی ہیں۔دعا غائبانا بھی ہوتی ہے اور سامنے بھی۔دعا کی صورت وہ سلام ہے جس کی مکمل صورت میں انسان اپنے بھائی کے لئے سلامتی و رحمت اور برکت کا طالب ہوتا ہے پھر ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کا یہ بھی حق ہے کہ اگر وہ چھینکے تو الحمد اللہ کہے۔اس کے لئے رحمت کی دعا کی جائے اور جواب میں یرحمک اللہ کہا جائے۔پھر اپنے مسلمان بھائی کا جنازہ بھی حق ہے اور یہ بھی دعا کی ایک صورت ہے۔عیادت کا جو مسنون طریقہ ہے اس میں بھی دعا ہے۔ظاہر ہے کہ ہر

مسلمان اس پر یقین رکھتا ہے کہ تمام معاملات کی اصل کنجی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور جب وہ اپنے بھائی کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کے لئے اپنے رب کے سامنے اس کی رحمت و مغفرت اور بھلائی کے لئے دستِ سوال دراز کر رہا ہے تو وہ بے انتہا متاثر ہوتا ہے۔ دعا اگر رُو در رُو ہو اور جس کے لئے دعا کی جائے اس کے علم میں ہو تو اس پر سب سے پہلا نتیجہ تو یہ مرتب ہوتا ہے کہ وہ اپنے بھائی کی دلی خیر خواہی اور محبت کا قائل ہو جاتا ہے۔ دونوں کے نزدیک اصل مقصد بہر حال اللہ کی رحمت ہوتی ہے اور جب وہ دیکھتا ہے میرا بھائی میرے لئے نہ صرف عملی طور پر بھلائی کی کوشش کرتا ہے بلکہ میری حاجتوں کو اسی طرح اللہ کے سامنے پیش کرتا ہے جس طرح اپنی حاجتیں، میرے دکھ درد پر اسی طرح تڑپ کر اپنے مالک کے آگے ہاتھ پھیلاتا ہے جس طرح اپنے دکھ درد پر، میری خامیوں اور گناہوں پر، اسی طرح مغفرت کا طالب ہوتا ہے جس طرح اپنے گناہوں پر اور میرے لئے اس کی رضا کا طلب گار ہے جس طرح اپنے لئے۔ اور جب وہ یہ بھی دیکھتا ہے کہ میرا بھائی میرا اتنا خیال رکھتا ہے کہ اچھے موقعوں پر، تنہائیوں میں جب وہ اور صرف اس کا رب ہوتے ہیں، اس وقت بھی میں اسے یاد رہتا ہوں تو پھر اس کے دل میں اپنے لئے دعا کرنے والے بھائی کی محبت پیدا ہوتی ہے اور اس طرح اس دعا سے پورے فوائد حاصل ہوتے ہیں جو اظہارِ جذبات میں ہوتے ہیں۔ دوسری طرف جب دعائیں کرنے والا جب کوشش کر کے دوسروں کو دعا میں شریک رکھتا ہے تو اس کے قلبی تعلق میں اضافہ ہوتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ تعلقات میں پاکیزگی آتی ہے۔ دلوں میں ناگواری، غبار یا کدورت کے دور ہونے اور کرنے کے لئے بھی دعا کی تلقین کی گئی ہے کیونکہ دلوں میں ایک دوسرے کی طرف کدورت، کینہ یا شکایت ایسی بیماری ہے جس کے لئے گڑگڑا کر دعا مانگنی چاہئے۔ قرآن میں دعا ہے ”اے ہمارے رب ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے

جو ایمان میں ہم سے سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کی طرف کینہ نہ رہنے دے'' (الحشر:۱۰)۔ایک دوسرے کے لئے دعا کی درخواست کرنا اور دعاؤں میں شریک رکھنے کی تمنا کا اظہار کرنا بھی تعلقات میں بہتری کے لئے مفید ہوتا ہے۔اسی طرح جب حضرت عمرؓ حج کے لئے جا رہے تھے تو آپؐ نے چند الفاظ حضرت عمرؓ سے کہے جن کے بارے میں اس کہنا یہ ہے کہ ''یہ مجھے اپنی زندگی میں سب سے زیادہ عزیز ہیں'' اور وہ یہ ہیں کہ ''اے ہمارے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا''۔ان ہدایات کی روشنی میں اگر مسلمان خود بھی شکایت کا موقع نہ دیں اور اصلاح کی کوشش کرتے رہیں اور معاشرہ بھی چوکس رہے تو شیطان کو دراندازی کا موقع مشکل ہی سے مل سکتا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے باہمی تعلقات کو قرآن مجید میں یوں بیا ن فرمایا ہے ''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ'' مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں'' (الحجرات:۱۰)۔اگرچہ بظاہر یہ تین الفاظ کا مختصر سا فقرہ ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی بنیاد، اصولی حیثیت، اہمیت اور گہرائی ظاہر کرنے کے لئے یہ بالکل کافی ہے اور اسے امتِ مسلمہ کے لئے ایک چارٹر کی حیثیت دی جاسکتی ہے۔

ختم نبوت

اَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي (جامع الترمذی: ۲۲۱۹)

"میں خاتم النبیّین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

المصطفیٰ ﷺ مرکز کے اغراض و مقاصد

فقط اللہ کی عبادت	محبت و اطاعت مصطفیٰ ﷺ کی	اللہ کی مخلوق کی خدمت
وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهٖ شَيْئًا ترجمہ۔اور صرف اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ(سورہ النساء-۳۶)	قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ ترجمہ۔اے نبی ﷺ! آپ ان سے کہہ دیں کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو(آل عمران-۳۱)	اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ ترجمہ۔تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا(ترمذی)

المصطفیٰ ﷺ مرکز کے رہنما اصول

جو کام زیادہ کرنے ہیں

☆**قرآن وسنت پر عمل اور دعوت:** ترجمہ۔اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتا رہے گا اور اللہ سے ڈرتا رہے گا اور پرہیزگاری اختیار کرے گا تو ایسے لوگ ہی کامیاب ہیں۔(النور-۵۲)

☆**مسلم امہ سے فرقہ پرستی وتعصبات کے خاتمے کی کوشش:** ترجمہ۔تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو۔(آل عمران-۱۰۳)

☆**فلاح اتحاد امت کی کوشش:** ترجمہ۔تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک تم اپنے بھائی کیلئے وہ پسند نہ کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو۔(مسلم)

☆**فکر آخرت:** ترجمہ۔جو آخرت کی کھیتی کا طالب ہے ہم اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے۔(الشوریٰ-۲۰)

جو کام بالکل نہیں کرنے

☆**شرک:** ترجمہ۔کہہ دو کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ شریک نہ کروں۔(الرعد-۳۲) ☆**بدعت:** ترجمہ۔ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔(مسلم)

☆**ظلم:** ترجمہ۔کامل مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔(بخاری)

☆**حقوق العباد میں کوتاہی:** ترجمہ۔اور والدین کے ساتھ احسان کرو اور رشتہ داروں، یتیموں، مساکین اور قرابت دار ہمسایہ اور غیر قرابت دار ہمسایہ۔(النساء-۳۶)

جن کا ادب کرنا ہے

☆**اہل بیت اطہارؓ:** ترجمہ۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دوست رکھو اللہ تعالیٰ کو اس لیے کہ وہ تم کو نعمتیں کھلاتا ہے اور دوست رکھو مجھے اللہ کیلئے اور دوست رکھو میرے اہل بیت کو میرے لیے۔(ترمذی)

☆**صحابہ کرامؓ:** ترجمہ۔مہاجر و انصار میں سبقت لے جانے والے اور سب سے پہلے ایمان لانے والے جنہوں نے نیکی میں (ان کی) اتباع کی۔اللہ سب سے راضی ہوگیا اور وہ اللہ سے راضی ہوگئے۔(التوبہ-۱۰۰)

☆**اولیاء کرام:** ترجمہ۔اللہ کے نیک بندوں میں بعض ایسے بھی ہیں کہ اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ پوری کردیتا ہے۔(مسلم)

☆**علماء کرام:** ترجمہ۔علماء انبیاء کے وارث ہیں۔(ابوداؤد)

بہترین بات اللہ کی کتاب (قرآن) اور بہترین طریقہ محمد رسول اللہ ﷺ کا ہے۔(بخاری:7277)

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا

اور اللہ کی رسی کو مل کر مضبوطی سے
تھام لو اور تفرقے میں مت پڑو

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ أَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ

جو شخص اپنے بھائی کی حاجت روائی میں
لگا رہے گا اللہ اسکی حاجت پوری کرے گا

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری
پیروی کرو اللہ تم سے محبت کرے گا۔

المصطفیٰ ﷺ مرکز | قرآن وسنت کی دعوت وبالادستی | فرقہ پرستی ومسلکی تعصّبات سے بالا | اتحاد وفلاحِ امتِ مسلمہ

قرآن مجید و تعلیمِ مُصطفٰے ﷺ کُتب فی سبیل اللہ حاصل کرنے کے لئے رابطہ کریں

تعلیمِ مصطفٰے ﷺ کُتب ڈاؤن لوڈ کرنے کے لیے
موبائل سے QR کوڈ سکین کریں

کیانی سٹریٹ، نیومل شرقی، بحریہ انکلیو روڈ اسلام آباد

چک شاہ پور، 2 کلومیٹر ہرن مینار موٹروے انٹرچینج، حافظ آباد روڈ، شیخوپورہ

+92 300-5115922

almustafa markaz

almustafamarkz@gmail.com